وقد اخذ ميثاقكم ان كنتم مؤمنين

ڈاکٹر اسرار احمد کے قلم سے

امریکہ کا پہلا سفر سرما اور وطن میں شب

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

۳۶-کے ماڈل ٹاؤن —— لاہور

Siddiq Sons Industries Ltd.

Largest Manufacturers & Exporters of :

WATERPROOF COTTON CANVAS, TARPAULINS, TENTS, WEBBING AND OTHER CANVAS PRODUCTS,

HEAD OFFICE :

709, 7TH FLOOR, QAMAR HOUSE,
M.A. JINNAH ROAD, KARACHI (PAKISTAN)

2 - K GULBERG II, SHAHRAH-E-IQBAL, LAHORE.
TELEFHONE : 870512 880731

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جلد ۳۳ | شمارہ ۳ | جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق مارچ ۱۹۸۴ء

مشمولات

عرض احوال ——— ۲
جمیل الرحمٰن

الہدیٰ ——— ۳
ڈاکٹر اسرار احمد

توحیدِ عملی اور فریضۂ اقامتِ دین ۱۵
ڈاکٹر اسرار احمد

خسرانِ اُخروی سے بچنے کا راستہ (۲) ۴۳
محمد اقبال واحد

اظہارِ حق "قادیانیت اپنے لٹریچر کے آئینہ میں" ۵۷
قاری نصیر احمد غزنوی

امریکہ کا پہلا سفر سرما ——— ۶۵
ڈاکٹر اسرار احمد

اک دیا اور بجھا ——— ۷۷
جمیل الرحمٰن

بھارت سے ایک خط ——— ۷۹
(مولانا) افتخار احمد فریدی

رفتارِ کار ——— ۸۱

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد
طابع
چودھری رشید احمد
مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی
فون: ۸۵۲۶۱۱

سب آفس: ۱۱ داؤد منزل
نزد آرام باغ، شاہراہ لیاقت کراچی

کراچی فون برائے رابطہ
۲۱۴۷۰۹

جمیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ والمنہ 'میثاق' کا شمارہ بابت جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق مارچ ۱۹۸۴ء پیشِ خدمت ہے۔ اس شمارے میں امیرِ تنظیمِ اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے "توحیدِ عملی کا اقامتِ دین سے ربط و تعلق" کے موضوع پر خطاب کی دوسری قسط شامل ہے۔ اس طرح یہ خطاب مکمل ہو گیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ سے سورۂ شوریٰ کی آیات ۱۳ تا ۲۱ کے درس کی اشاعت شروع ہو گی۔ یہ درس بھی دو اقساط میں شائع ہو گا۔

"الھدیٰ" کے ٹائٹل کے تحت ٹیلیویژن پر امیرِ محترم کے جو دروس ہوئے تھے اس ضمن میں سورۂ فاتحہ کے درس کی تیسری نشست کا درس اس شمارے میں شامل ہے۔ سورۂ فاتحہ کی چوتھی نشست کا درس ہمارے پاس ریکارڈ نہیں ہو سکا تھا۔ اسی طرح سورہ حٰمٓ السجدہ کے درس کی آخری نشست کا درس بھی ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ اگر قارئینِ میثاق میں سے کسی صاحب کے پاس یہ دونوں درس کیسٹ میں موجود ہوں تو ان سے درخواست ہے کہ وہ ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ ان سے یہ کیسٹ مستعار منگا کر ان دروس کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا جا سکے۔ بعدہٗ یہ کیسٹ واپس کر دیئے جائیں گے۔ امید ہے کہ جن حضرات کے پاس یہ دروس موجود ہوں گے وہ جلد از جلد ہمیں مطلع کر کے تعاون فرمائیں گے۔

تنگیٔ داماں کے باعث اس شمارے میں 'شرک اور اقسامِ شرک' کی پانچویں قسط اور 'ایں چہ بوالعجبیست' کی دوسری قسط روکنی پڑی جس کے لئے ہم قارئین سے طالبِ معذرت ہیں۔ اسی وجہ سے "عرضِ احوال" میں بھی نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

شمالی امریکہ کی حالیہ دعوتی دورے کی روداد عزیزم میاں حافظ عاطف وحید تو اپنے امتحان کی تیاری کی وجہ سے نہ لکھ سکے لیکن محترم ڈاکٹر صاحب نے اس کی روداد تحریر فرما دی ہے جو اس شمارے میں ہدیۂ ناظرین ہے۔ ——— مزید برآں اس روداد کی وجہ سے "عورت اور اسلامی معاشرہ" کی قسط بھی روکنی پڑی۔

الھدیٰ

(بارہویں نشست)

(مباحثِ ایمان)

قرآن کے فلسفہ وحکمت کی اساسِ کامل

سورۂ فاتحہ

از: ڈاکٹر اسرار احمد

۳

السلام علیکم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ صدق اللہ العظیم ۔

محترم حاضرین اور معزز ناظرین۔

پچھلی نشست میں ہم نے سورۂ فاتحہ کے جزو اوّل پر جو ابتدائی تین آیات پر مشتمل ہے، کسی قدر تفصیلی گفتگو کی تھی اس سورہ مبارکہ کا جزو ثانی ایک آیت پر مشتمل ہے اور وہ ہے

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

پہلی بات یہ نوٹ کیجیے کہ اس آیت میں دو فعل استعمال ہوئے ہیں ایک نَعْبُدُ اور دوسرا نَسْتَعِیْنُ ۔ یہ دونوں فعل مضارع ہیں۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ عربی اور فارسی میں فعل کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک ماضی اور دوسری مضارع ۔ مضارع میں

حال اور مستقبل دونوں شامل ہوتے ہیں۔ انگریزی اور اردو کی طرح عربی و فارسی میں فعل (verb) کی تین حالتیں ماضی (Past Tense) حال (Present Tense) اور مستقبل (Future Tense) نہیں ہیں لہذا نَعْبُدُ کا ترجمہ یہ بھی ہوگا کہ "ہم بندگی کرتے ہیں" اور یہ بھی ہوگا کہ "ہم بندگی کرتے رہیں گے" اسی طرح نَسْتَعِیْنُ کا ترجمہ یہ بھی درست ہوگا کہ "ہم مدد مانگتے ہیں" اور یہ بھی صحیح ہوگا کہ "ہم مدد مانگیں گے"

دوسری بات یہ نوٹ کیجیے کہ اگر عرب یہ کہیں نَعْبُدُكَ تو اس کے معنی ہوں گے کہ "ہم تیری بندگی کرتے ہیں اور کریں گے۔ لیکن یہاں جو ضمیر مفعولی 'كَ' ہے اسے فعل سے پہلے لے آئیں اور 'اِیّا' کا اضافہ کریں، جیسے اس آیت میں اِیَّاكَ نَعْبُدُ، اس میں ایک مزید مفہوم پیدا ہوگیا جس کو قواعد کی رو سے حصر کا مفہوم کہا جاتا ہے اس کو اس مثال سے سمجھا جا سکے گا کہ میں کہوں کہ "زید عالم ہے" اور دوسری طرح میں کہوں کہ "زید ہی عالم ہے" اب 'ہی' کے اضافہ سے مفہوم میں عظیم فرق واقع ہوگیا۔ جب یہ کہا جائے گا کہ زید عالم ہے، تو دوسروں کے ... عالم ہونے کی نفی نہیں ہوگی۔ دوسرے بھی عالم ہو سکتے ہیں لیکن جب یہ کہا جائے گا کہ زید ہی عالم ہے تو اس میں حصر پیدا ہوگیا۔ اور اس کا مفہوم ہوگا کہ 'علم' صرف زید ہی کے پاس ہے دوسروں کے 'علم' کی نفی ہوگئی۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ میں اسی حصر کا مفہوم پیدا ہوتا ہے اس کا ترجمہ یوں ہوگا "ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کریں گے۔" اسی طرح اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کا حقیقی معنی اور مفہوم نیز ترجمہ ہوگا "ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مانگیں گے" یہ تو ہوا اس آیت کا مکمل ترجمہ اور اس اسلوب میں قواعد کی رو سے جو پہلو ہیں ان کا بیان۔

تیسری بات یہ کہ اس میں جو مرکزی لفظ ہے اس پر غور کیجیے اور وہ لفظ ہے عبادت۔ جس کا ہم اقرار بھی کر رہے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے وعدہ اور عہد کر رہے ہیں کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" یہ اقرار ہے اظہار حال ہے اور ہم تیری عبادت کرتے رہیں گے" یہ ایک وعدہ، قول و قرار اور عہد و میثاق ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عبادت ہے کیا؟

چوتھی بات یہ نوٹ کیجیے کہ بدقسمتی سے اس لفظ کے بارے میں عوام الناس کے ذہنوں میں بڑا محدود تصور ہے۔ چوں کہ عام خیال یہ ہے کہ عبادات میں نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ۔ اور جب بھی عبادت کا لفظ سامنے آتا ہے تو ذہن ــــ صرف ان عبادات ہی تک محدود رہ جاتا ہے اس لفظ کی جو اصل عظمت ہے اور اس کی جو اصل وسعت ہے وہ سامنے نہیں آتی۔ اس کے لیے جان لیجیے کہ اس لفظ کا مادہ (Root) ہے۔ عبد۔ عبد کہتے ہیں غلام کو۔ غلامی یعنی (Slavery) کا وہ تصور جو کبھی دنیا میں تھا جو شخص کسی کا غلام ہوتا تھا Slave ہوتا تھا۔ عبد ہوتا تھا، وہ اپنے آقا کی ملکیت ہوتا تھا۔ اس کا کام اپنے آقا کی مرضیات کو بجا لانا ہوتا تھا۔ آقا جو حکم دے غلام کا فرض ہے کہ وہ بسروچشم اس کی تعمیل کرے۔ اس کی اپنی مرضی کوئی نہ ہو، وہ تو غلام ہے، وہ تو مملوک ہے اس کا کام تو اپنے آقا کی مرضی پر چلنا ہے اس کی پسند اور ناپسند اوّل تو ہے ہی نا۔ اور اگر ہے بھی تو وہ اسے پس پشت ڈال دے اور اپنے آقا کی پسند وناپسند اور مرضی و ناراضی کو مقدم رکھے۔ جب ہی وہ صحیح معنوں میں غلام کہلائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ لفظِ عبد میں جو تصور ہے۔ وہ مکمل غلامی، ہمہ تن، ہمہ وقت، ہمہ جہت غلامی کا تصور ہے۔

فارسی میں اس کے لیے بہترین لفظ 'بندگی' ہے چنانچہ اس مفہوم کے لیے بندہ و آقا مستعمل ہے اسی مفہوم میں علامہ اقبال نے کہا ہے کہ تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے۔ انسانوں میں سے کوئی آقا بن جائے اور انسانوں میں سے انسان ہی کا کوئی بندہ بن جائے تو اس سے بڑی غلط بات اور کوئی نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كُونُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ لوگو! تم سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ تم سب اللہ کے بندے ہو، اس اعتبار سے سب برابر ہو۔ بھائی بھائی ہو تم میں سے کوئی آقا اور غلام ہے ہی نہیں۔ حقیقی آقا اللہ ہے اور تم سب اس کے غلام ہو۔

بندگی کے اس ہمہ گیر تصور کے ساتھ اب پانچویں بات یہ نوٹ کر لیجیے کہ از روئے قرآن مجید، غایتِ تخلیقِ جن و انس یہی عبادت رب ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ "میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں"۔ یہ ہماری غایت تخلیق ہے قرآن کریم کی اس آیت کی ترجمانی بڑی خوبصورتی سے شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں کی ہے جو آپ نے بہت سی مسجدوں میں لکھا دیکھا بھی ہوگا ؎

زندگی آمد برائے بندگی　　　زندگی بے بندگی شرمندگی

جو شئے جس مقصد کے لیے بنائی گئی ہو وہ اس مقصد کو پورا نہ کرے تو ظاہر بات ہے کہ وہ بیکار ہے اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینکے دیئے جانے کے قابل ہے۔ قلم لکھنے کیلئے ہے لکھتا نہیں تو آپ اسے پھینک دیں گے۔ لہٰذا جب انسانوں کی تخلیق ہوئی ہے بندگی کیلئے تو اگر وہ بندگی کی روشش ہی کو تج دے چھوڑ دے۔ ترک کر دے تو معلوم ہوا کہ اس کے وجود کا اب کوئی مقصد نہیں رہا۔ بیکار ہے۔ چوں کہ ؎

زندگی آمد برائے بندگی ــــــ زندگی بے بندگی شرمندگی

البتہ چھٹی اہم تر بات یہ ہے کہ عبادت رب جس کا ہم اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کریں گے۔ یہ بہت بڑا عہد ہے اس کے کچھ تقاضے ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ لیجیے ــــــ سب سے پہلا تقاضا ہے اطاعت۔ یہ باتیں ہم شرک فی العبادت کے ضمن میں پہلے بھی سمجھ چکے ہیں اب ان کا اعادہ ہو رہا ہے۔

اللہ کی اطاعت کلی مطلوب ہے اگر یہ نہیں ہے تو عبادت کا حق کیسے ادا ہوگا! پھر بندگی کہاں ہوئی! یہ اطاعت جزوی نہ ہو کلی طور پر ہو کسی غلام کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کے ایک حکم کو مانے ایک کو نہ مانے۔ غلام نے اگر بات نہیں مانی تو وہ مقام بندگی سے تجاوز کر گیا۔ اطاعت ہوگی تمام احکام کی۔ پوری زندگی میں اطاعت۔ زندگی کا کوئی گوشہ بندگی سے خارج نہیں رہے گا اسی لیے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً "اے اہل ایمان! اطاعت میں۔ فرماں برداری میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ"۔ جزوی اطاعت مطلوب نہیں ہے کہ اللہ کی کچھ باتوں پر سر تسلیم خم اور کچھ باتوں کو معاذاللہ ہم پاؤں تلے روند دیں۔ اس پر اللہ کا غضب بہت بھڑکتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت

نمبر ۸۵ میں اس طرزِ عمل پر بڑی سخت وعید آئی ہے فرمایا: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ "کیا تم ہماری کتاب، ہماری شریعت کے بعض حصّوں کو مانتے ہو، اس میں جو احکام آئے ہیں ان میں سے کچھ تو تم کو تسلیم ہیں اور کچھ حصوں کو تم نہیں مانتے، ان کو ردّ کر دیتے ہو، انہیں پاؤں تلے روند ڈالتے ہو تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو اس کا ارتکاب کرے سوائے اس کے کہ اسے اس دنیا میں ذلیل وخوار کر دیا جائے اور قیامت کے دن اسے شدید ترین عذاب میں جھونک دیا جائے"

یہ اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کی کیفیت ہے کہ جزوی اطاعت مطلوب نہیں ہے بلکہ کلّی اطاعت مطلوب ہے آیت کے آخر میں فرمایا، وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ "اور اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو" اس گمان میں نہ رہنا کہ وہ تمہارے کرتوتوں سے واقف نہیں ہے۔ وہ العلیم ہے البصیر ہے اللطیف الخبیر ہے اس سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے۔

ساتویں بات یہ کہ ایک اطاعت ہوتی ہے مارے باندھے کی، زبردستی کی مجبوری کی، ہم انگریز کے غلام تھے اور ہم اس کی اطاعت کرنے پر مجبور تھے اس اطاعت پر بھی لفظاً عبادت کا اطلاق ہو جائے گا اور قرآن مجید میں ہوا۔ آلِ فرعون نے بنی اسرائیل کو جس طریقہ سے اپنی غلامی کے شکنجے میں کسا ہوا تھا اس کے لیے قرآن مجید میں یہی لفظ عبادت آیا ہے۔ فرعون نے بڑے طنطنہ اور غرور کے ساتھ حضرت موسٰی اور حضرت ہارون علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہا تھا وَقَوْمُھُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ "ان دونوں کی قوم ہماری عابد ہے ہماری غلام قوم ہے" اسطرح ایک موقع پر حضرت موسٰی نے بھی فرعون سے فرمایا تھا: اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ "کہ تو نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام، اپنا محکوم اور اپنا مطیع بنا لیا ہے" لہٰذا اس نوع کی غلامی پر بھی لفظاً تو عبادت کا اطلاق ہو جائے گا لیکن اللہ کی جو عبادت اور اطاعت مطلوب ہے، وہ

مارے باندھے کی مطلوب نہیں ہے مجبوری کی درکار نہیں ہے بلکہ محبت کے ساتھ مقصود ہے اللہ کے احسانات کا شعور و ادراک کرتے ہوئے کہ اس کے جذبہ تشکر سے قلب و ذہن سرشار ہو جائیں ان احساسات و جذبات کے ساتھ جب اللہ کی بندگی ہوگی اس کی کامل اطاعت ہوگی جب عبادت کا اصل تقاضا پورا ہوگا جس کو پہلے ائمہ و علماء دین نے بڑی خوبصورتی سے یوں ادا فرمایا اَلْعِبَادَةُ تَجْمَعُ اَصْلَیْنِ۔ اللہ کی جو عبادت مطلوب ہے، اس میں دو بنیادیں جمع ہونی چاہیں غَایَةُ الْحُبِّ مَعَ غَایَةِ الذُّلِّ وَ الْخُضُوْعِ۔" ایک طرف انتہا درجہ کی محبت ہو اللہ کی اور دوسری طرف انتہا درجہ میں اس کے سامنے ذلت و عاجزی اور پستی اختیار کی جائے اس کے سامنے ہمہ تن جھک جایا جائے، بچھ جایا جائے۔

جب یہ دونوں کیفیات محبت و تذلل جمع ہو جائیں گی تو عبادت رب، بندگی رب کے تقاضے کی تکمیل ہوگی۔ محبت الٰہی عبادت کے لیے کس قدر لازمی ہے مولانا رومؒ نے اسے اپنے زمانے میں بڑی خوبی سے ادا کیا تھا اور ہمارے دور میں علامہ اقبال نے اس کی اہمیت پہ بڑی خوبصورتی سے روشنی ڈالی ہے کہ ؎

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

محبت الٰہی عبادت کی روح ہے اگر یہ روح نہیں ہے اور صرف خالی خولی اطاعت ہے دل کی محبت کی چاشنی اس میں شامل نہیں ہے تو علامہ اقبال کے بقول معاملہ یہ ہوگا کہ ؎

شوق اگر ترا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

لہٰذا اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ محبت درحقیقت عبادت کی روح ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔

آٹھویں بات یہ نوٹ کیجیے کہ عبادت میں اطاعت و محبت کے بعد جو تیسری چیز مطلوب ہے وہ اخلاص ہے سورہ لقمان کے دوسرے رکوع کے درس کی آخری

نشست میں جو گفتگو ہوئی تھی اس میں بھی اس موضوع پر گفتگو ہوئی تھی آج پھر اس کا اعادہ کر لیجیے، عبادت میں تیسری جو چیز مطلوب ہے وہ ہے اخلاص۔ پورے خلوص کے ساتھ اللہ کی بندگی۔ مُخْلِصِيْنَ لَـهُ الدِّيْنَ اس عبادت میں کوئی ریاکاری نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی اور چیز مطلوب و مقصود کے درجہ میں آجائے۔ مطلوب صرف اللہ کی رضا ہو مطلوب صرف اُخروی فلاح و نجات ہو۔ اگر یہ اخلاص نہیں ہے کوئی ریاکاری ہے اپنی عبادت اور اپنے زہد، اپنے تقویٰ اور اپنی ریاضت کی دھونس جمانی ہے۔ لوگوں پر اپنی نیکی کا رعب قائم کرنا ہے، اپنی شہرت مطلوب ہے دنیا میں کوئی منفعت پیش نظر ہے تو یہ خلوص سے خالی عبادت اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوگی۔ شرف قبولیت حاصل کرنے کے لیے شرطِ اخلاص لازم ہے۔ اخلاص سے تہی اور ریا سے مملو عباداتِ مفروضہ کو نبی اکرمؐ نے شرک قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا: مَنْ صَلّٰى يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ۔ جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی ۔ وہ شرک کر چکا اور جس نے دکھانے کے لیے روزہ رکھا وہ شرک کر چکا اور جس نے دکھانے کے لیے صدقہ کیا وہ شرک کر چکا۔ عربی میں جب فعل ماضی سے پہلے قَدْ آتا ہے تو اس کام کے انجام پانے میں قطعیت کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اسی لیے میں نے "کر چکا" ترجمہ کیا ہے اس حدیث ۔ سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ خلوص و اخلاص کی دین میں کس قدر اہمیت ہے اور ریا کی اتنی شناعت ہے کہ اس کے ڈانڈے شرک سے مل جاتے ہیں۔

اب آپ غور کیجیے کہ پوری زندگی میں پورے خلوص و اخلاص قلبی شدید ترین محبت اور کامل اطاعت کے ساتھ عبادت، واقعہ یہ ہے کہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بہت مشکل کام ہے اس میں سب سے پہلے تو انسان کا اپنا نفس ہی آڑے آتا ہے مولانا رومؒ نے فرمایا

نفس ما ہم کم تر از فرعون نیست
لیک اُو را عون ما را عون نیست

فرعون کے پاس حکومت تھی لاؤ لشکر تھا اس لیے اس نے زبان سے بھی خدائی کا دعویٰ کر دیا میرا نفس بھی فرعون سے کم تر نہیں اس کے پاس لاؤ لشکر نہیں ہے اس لیے وہ خدائی کا زبانی دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا حکم نہیں جانتا، میری مرضی چلے گی اِدھر اذان کی آواز کان میں آگئی ہے اللہ کا حکم ہے کہ نماز کے لیے آؤ۔ اُدھر نفس کہہ رہا ہے سوؤ۔ آرام کرو۔ ہم نے کس کا حکم مانا۔ اگر نفس کی خواہش کو کچلتے ہوئے ہم نے اللہ کا حکم مانا اور ہم نماز کے لیے نکل کھڑے ہوئے تو واقعی ہم بندۂ رب ہیں. اگر نفس کی خواہش پر عمل کیا اور اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا تو ہم بندۂ نفس ہو گئے یہی بات سورہ فرقان میں فرمائی:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (اے نبی) کیا آپ نے اس شخص کی حالت پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ اس بات کو علامہ اقبال نے یوں ادا کیا ؎

چوں مے گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

میں جب یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو مجھ پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کپکپی لگ جاتی ہے اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اس پر پورا اترنا کتنا مشکل ہے یہ ہے ربط و تعلق کہ جب بندہ کہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔ تو اس پر ایک لرزہ طاری ہو جائے اسے احساس اور شعور رہے کہ وہ کتنا بڑا قول و قرار کر رہا ہے۔ یہ کیفیت ہو تو اُسے آگے پناہ گاہ نظر آئے گی: اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے اللہ میں نے یہ وعدہ اور عہد کیا ہے میں نے ارادہ اور عزم بھی کیا ہے لیکن میں محض اپنی قوت کے بل پر اس عہد برآ نہیں ہو سکتا۔ اس کو پورا نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ تیری مدد شامل حال نہ ہو۔ میں تیری اعانت کا محتاج ہوں۔ تیری مدد و اعانت میرے شامل حال ہو گئی تو میں اس قول و قرار اور عہد و پیمان کو پورا کر سکوں گا یہ ہے ربط و تعلق اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے فوراً بعد اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے۔ اس میں اخلاص فی الدعا اور اخلاص فی الاستعانت کا پہلو بھی آ گیا ہر نوع کی حاجت روائی، مشکل کشائی کے لیے اللہ ہی سے مدد کی درخواست کی جائے، اُسی سے مدد طلب کی جائے اور یہ پہلو بھی آ گیا کہ ہم عبادت کے حقیقی اور صحیح تقاضے بھی پورے

نہ کر سکیں گے جب تک کہ اے اللہ تیری مدد ہمارے شاملِ حال نہ ہو۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرض نماز کے بعد جن اذکار کا معمول تھا ان میں یہ بھی ہے: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ "پروردگار میری مدد فرما تاکہ میں تجھے یاد رکھ سکوں، تیرا شکر ادا کر سکوں اور تیری عبادت کا باحسن وجوہ حق ادا کر سکوں"

یہ ہے سورہ فاتحہ کی چوتھی آیت کا مفہوم جو اس سورۂ مبارکہ کی مرکزی آیت ہے اب اگر اس ضمن میں کوئی سوال ہو تو میں حاضر ہوں۔

سوال:- اگر کسی شخص کی عبادت میں اطاعت اور اخلاص نہ ہو تو اس کو کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے؟

جواب:- یہ بات بڑی عجیب ہوگی کہ ایک شخص عبادت بھی کرتا ہو لیکن نہ اس میں اخلاص ہو نہ جذبہ اطاعت، جیسا کہ آپ کے سوال کا انداز ہے لیکن اگر ایسا ہو تو یہ عبادت محض ایک ڈھانچہ کہلائے گا جو روح سے خالی ہو جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اب رہا یہ سوال کہ خلوص واخلاص اور اطاعت کے تقاضوں کو پورا کیسے کیا جائے؟ اس کا ذریعہ ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ ایمان پختہ اور محکم ہو۔ اللہ کا یقین، آخرت کا یقین۔ یہ یقین جتنا مضبوط ہوگا اسی مناسبت سے اخلاص کی دولت ملے گی اور اللہ کی اطاعت ہوگی۔ اللہ کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر بھی اور محاسبۂ اُخروی کے خوف سے بھی اخلاص بھی پیدا ہوگا اور جذبہ اطاعت بھی۔

سوال:- ڈاکٹر صاحب! ایک شخص اللہ کی محبت کی بجائے جہنم کے خوف اور جنت کی طمع سے اللہ کی عبادت کرتا ہے ایسی عبادت کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

جواب:- یہ دونوں چیزیں غلط نہیں ہیں، ان چیزوں کو آپ محبت سے خارج نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے والدین سے اچھے کاموں پر تحسین اور انعام کے امیدوار ہوتے ہیں اور ان کی ناراضگی پر سزا سے خوف کھاتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے دل والدین کی محبت سے خالی ہیں ویسے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جہنم سے بچنے اور جنت کی طلب کی دعائیں تمام انبیاء ورسل نے کی ہیں۔ خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بہت سی دعائیں منقول ہیں۔ جیسے اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ "اے پروردگار

مجھے آگ سے بچا" اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ جَنَّۃَ اَلْفِرْدَوْس. "اے میرے آقا! میں تجھ سے جنت الفردوس کا طلب گار ہوں" لہٰذا ان کے بارے میں ہرگز یہ تصور نہ رکھئے کہ یہ کوئی گھٹیا بات ہے. اس طلب میں اللہ کی محبت کی چاشنی آپ سے آپ شامل ہوتی ہے۔

سوال :۔ ڈاکٹر صاحب! آپ نے فرمایا ہے کہ بندگی اور غلامی صرف اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیئے سب مسلمانوں کو بھائی بھائی ہو جانا چاہیئے. کسی کو کسی کا غلام نہیں ہونا چاہیئے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد بھی غلامی رہی ہے اور اسلام میں غلامی کا تصور ہے اس کی آپ کیا توجیہ کریں گے ؟

جواب :۔ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کا لفظاً ایک حالت پر اطلاق ہو جاتا ہے لیکن ان کی کیفیات بالکل مختلف ہوتی ہیں حضور کے زمانے میں اور اس کی بعد کی تاریخ میں غلامی کا لفظ تو آپ کو مل جائے گا لیکن ایک تو حضورؐ نے غلاموں کو عبد کہنے سے سختی سے منع کر دیا تھا. اس لیے کہ اس کی تو ہمارے دینی تصور میں قطعی گنجائش نہیں ہے قرآن میں بھی ایسے لوگوں کے لیے 'عبد' کا لفظ کہیں استعمال نہیں ہوا بلکہ 'مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ' استعمال ہوا.

پھر یہ کہ غلام صرف ان ہی کو بنایا جاتا تھا جو قتال فی سبیل اللہ کے نتیجے میں گرفتار ہوئے ہوں. جن کو مخالفین نہ فدیہ دے کر چھڑانے پر آمادہ ہوں نہ تبادلہ میں ــ اور ان کا بطور احسان آزاد کرنا بھی جس کی بڑی رغبت دلائی گئی ہے مصالح دین کے مطابق نہ ہو. مزید یہ کہ حضورؐ نے ان غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ جیسے اپنی صلبی اولاد اور رحمی رشتوں کے ساتھ حسن سلوک کی فرمائی ہے اس طرح غلاموں کو بالکل بھائی چارے کی سطح پر لے آیا گیا کیفیت یہی تھی جس کو علامہ اقبال نے اس شعر میں بیان کیا ہے کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا ، اور نہ کوئی بندہ نواز

پھر دین میں غلاموں کو آزاد کرنے کو چوٹی کے نیک کاموں کی فہرست میں جگہ دی گئی. بہت سی

لغزشوں کا کفارہ غلام کی آزادی قرار دیا گیا ہے قتال فی سبیل اللہ کے نتیجہ میں قید ہونے والوں کے علاوہ کسی آزاد کو غلام بنانا ناجائز قرار دیا گیا۔ ہمارے اکثر ائمہ دین نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اس طرح غلامی کے مستقل INSTITUTION کا سدباب کیا گیا۔

پھر دیکھیئے کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ پہلے غلام تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے پیسے سے خرید کر آزاد کیا تھا لیکن اسلام نے ان کا مقام و مرتبہ اتنا بلند کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ وہ امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین تھے ان کا نام نہیں لیتے تھے جب تک سیدنا نہیں کہہ لیتے وہ ان کو ہمیشہ سیدنا بلال سے خطاب کیا کرتے تھے۔ پھر تاریخ اسلامی کا یہ نہایت روشن باب ہے کہ حدیث و فقہ کی تعلیم و تدریس میں ایسے ایسے ائمہ عظام نظر آتے ہیں جو غلاموں کے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور جن کے سامنے امام دارالہجرۃ امام مالک اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ جیسے اماموں نے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے اور اس پر اظہار فخر کیا ہے۔

حضرات! اس مختصر وقت میں سورۂ فاتحہ کی مرکزی آیت کے متعلق میں نے اپنا امکانی حد تک چند ضروری باتیں عرض کرنے کی کوشش کی ہے آخر میں ہمیں خلوص کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی معنی میں اپنا حقیقی بندہ بنا دے اور ہمیں اپنے فضل خاص سے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

توجّہ فرمائیے!

خط و کتابت کرتے وقت،

براہِ کرم خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ
فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا
حس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے
بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۴۔ ایمپرس روڈ۔ لاھور

توحید فی العلم یا توحید فی المعرفہ اور
توحید فی العمل یا توحید فی الطلب کا

فریضۂ اقامتِ دین

سے ربط و تعلق

ڈاکٹر اسرار احمد

کے خطاب و درس کی دوسری قسط

•

بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ

توحید فی الدّعاء

میں نے عرض کیا تھا کہ انفرادی سطح پر توحید فی العبادہ کے ساتھ ہی توحید فی الدعا کا معاملہ ہے۔ یہ دونوں امور باہم گتھے ہوئے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں بھی آپ کو سنائی تھیں کہ: الدعاء مخ العبادہ اور الدعاء ھو العبادہ ـــــ توحید فی العبادہ کے ضمن میں سورۂ زمر کے تین مقامات اور ان کی امکانی حد تک تشریح و توضیح میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں۔ اس سے آگے اب اگلی سورت، سورۂ مومن میں توحید فی الدّعاء کا بڑے شدّ و مد کے ساتھ ذکر ہے۔ ـــــ دعا درحقیقت انفرادی سطح کی عبادت کا ہی ایک باطنی پہلو ہے۔ جو آپ کا معبود ہے، جس کے بارے میں آپ کا خیال اور گمان ہے کہ وہی ہے حاجت روا، وہی ہے مشکل کشا ـــــ جس کے متعلق آپ کو یقین ہے کہ وہی عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہے، وہی اَلسَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ہے، وہ ہر آن آپ کے ساتھ ہے 'ھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ' ـــــ ظاہر بات ہے کہ ایسی ہستی کو آپ پکاریں گے۔ اس سے استعانت و استمداد کے طالب بنیں گے۔ اس سے دعائیں کریں گے۔ اس سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے عرض و معروض کریں گے۔ پس دعا عبادت کا ایک باطنی رُخ ہے۔ اس دعا کی اہمیت کے لئے میں سورۂ مومن کی تین آیات آپ کو سناتا ہوں۔ میرے حقیر مطالعہ کے مطابق

قرآن میں چار مقامات ہیں جہاں دعا کے ساتھ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے الفاظ آئے ہیں۔ ایک سورۂ عنکبوت آیت نمبر ۶۵ میں، فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ "جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں" ۔۔۔ دوسرے سورۂ لقمٰن کی آیت نمبر ۳۲ میں: وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ " اور جب (سمندر میں) ایک موج ان لوگوں پر سائبان کی طرح چھا جاتی ہے تو یہ اللہ ہی کو پکارتے ہیں اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے" ۔۔۔ ان دو آیتوں میں سمندری سفر میں مشرکین کی اللہ سے مخلصانہ دعاء کا تذکرہ ہے۔ اس موقع پر انہیں نہ لات یاد آتا ہے نہ منات نہ ہبل۔ کسی دیوی اور دیوتا کے بجائے وہ خالص اللہ ہی کو مدد اور دستگیری کے لئے پکارتے ہیں [۱]۔ لیکن میرے خیال میں سورۂ مومن کی آیت نمبر ۱۴ اور نمبر ۶۵ جس کا بیان آگے آئے گا۔ وہ مقام ہیں جہاں انشائیہ انداز اور امر کے صیغہ میں دعا کے ساتھ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

۱؎ اس ضمن میں حضرت عکرمہ ابن ابوجہل رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے واقعہ کا ذکر مناسب حال ہوگا۔ وہؓ خود روایت کرتے ہیں کہ "جب مجھے علم ہوا کہ میرا نام ان مجرموں میں شامل ہے، جن کے قتل کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر حکم جاری فرما چکے تھے تو میں نے قتل کے خوف سے حبشہ منتقل ہونے کیلئے مکہ چھوڑ دیا۔ جب ساحل سے حبشہ جانے کے لئے کشتی میں سوار ہوا تو اثنائے راہ میں زبردست طوفان آگیا۔۔۔ مسافروں نے پہلے تو اپنے دیوی اور دیوتاؤں کو پکارا لیکن طوفان شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا تو ان کی زبان سے نکلا کہ اب تو صرف 'اللہ' ہی ہمیں بچا سکتا ہے۔ چنانچہ سب ہی نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اللہ سے اس مصیبت سے نجات کی دعائیں کرنے لگے ۔۔۔ دعا قبول ہوئی اور طوفان تھم گیا۔ البتہ طوفان نے کشتی کو جدہ کی بندرگاہ ہی پر واپس دھکیل دیا ۔۔۔ اس کے بعد حضرت عکرمہؓ اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ: "اس موقع پر اچانک میرے دل میں روشنی پھوٹی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت اسی توحید ہی کی تو ہے اور یہ بت انسان کے کام آنے والے نہیں یہ تو ہمارے ہاتھوں کے تراشیدہ بے چارے اور معذور ہیں"۔۔۔ آگے وہ کہتے ہیں کہ " میں نے دل میں اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر میں طوفان سے بچ گیا تو آں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لوں گا" جب جدہ پر کشتی واپس آئی تو وہاں انہوں نے اپنی اہلیہ کو موجود پایا جو خود بھی مشرف باسلام ہو چکی تھیں اور حضرت عکرمہؓ کے لئے نبی اکرمؐ کی جانب سے معافی کی نوید لائی تھیں۔ حضرت عکرمہؓ کو بڑا اطمینان ہوا کہ وہ معافی کی خوشخبری سننے سے قبل ہی اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ (مرتب)

الـدِّیْنَ کے الفاظ آئے ہیں ـــــ اللہ کو پکارو لیکن کس طرح ـ؟ اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے ۔ یہ نہیں کہ کچھ اطاعت اللہ کی بھی ہو رہی ہے اور کچھ دوسروں کی بھی ـ لیکن پکار رہے ہیں اللہ کو ـ ایسی دعا قبول ہونے والی نہیں ہے ـ میں اس کی آگے وضاحت کروں گا ـ پہلے میں وہ آیت آپ کو سنا دوں ـ بڑی پیاری آیت ہے ـ فرمایا: فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الـدِّیْنَ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ٥ "پس اللہ ہی کو پکارو" ـ لیکن کس شان سے! کس کیفیت میں!! "اپنی اطاعت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے ۔" ظاہر بات ہے کہ اگر پورا نظام شرک پہ قائم ہو اور اس میں آپ توحید کا نظام برپا کرنا چاہیں گے تو کافروں اور مشرکوں کو سخت ناگوار ہوگا وہ سب روڑے اٹکائیں گے ـ اور وہ کسی نہ کسی بہانے آپ سے تصادم مول لینے کی کوشش کریں گے ـ

یہاں دعا کے لئے بھی مُخْلِصِیْنَ لَہُ الـدِّیْنَ کی شرط عائد کر دی گئی ہے ـ جیسے عبادت میں عائد کی گئی تھی ـ خلوص و اخلاص صرف اللہ ہی کے لئے نہ ہو تو اس سے دعا کرنا، اسے پکارنا بے معنی ہے ـ اس سلسلے میں ایک حدیث آپ کو سناتا ہوں جس سے دعا کی قبولیت کے شرائط واضح طور پر سامنے آتی ہیں ـــ پہلے تو حدیث سن لیجئے جس کے راوی ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور امام مسلمؒ نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے ـ میں پہلے آپ کو حدیث کا وہ حصّہ سناتا ہوں جو دعا کی شرائط سے متعلق ہے ـ اس کے بعد ترجمہ اور اس کی توضیح ساتھ ساتھ کروں گا : حدیث کا دعا سے متعلقہ حصّہ یہ ہے کہ:

ثـم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمـد یدیہ الی السّـماء
یارب یارب و مطعمہٗ حرامٌ و مشربہٗ حرامٌ و ملبسہٗ حرامٌ وَ
غـذی بالحرام فانّٰی یسـتجاب لـذٰلك ـ

"پھر ایک شخص کا آں حضورؐ نے ذکر فرمایا کہ وہ بہت دور دراز کا سفر کرتا ہے ـ بال اور کپڑے غبار آلود ہیں ـ بڑی بوسیدگی، بے چارگی اور درماندگی اس پر طاری ہے ـ وہ شخص اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا رہا ہے"ـــ دیکھئے حالتِ سفر میں دعا کی مقبولیت کی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خبر دی گئی ہے ـ چونکہ مسکنت ہوتی ہے ـ انسان بے یار و مددگار ہوتا ہے ـ اجنبیوں میں ہوتا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ سفر کی حالت میں دعا دل سے نکلتی ہے اور جو دعا دل سے نکلے وہ اثر رکھتی ہے اور قبول ہوتی ہے اور عام طور پہ گمان یہی ہے کہ یہاں نبی اکرمؐ ذکر فرما رہے ہیں کسی شخص کے سفرِ حج کا ـــ حج کے لئے دور دراز سے اور مختلف مقامات سے لوگ آتے ہیں تھکے ماندے ـ پھر واقعہ یہ ہے کہ مناسکِ حج بڑے کٹھن اور مشقت طلب ہوتے ہیں ـ منیٰ کا سفر ہے

پھر وقوفِ عرفہ ہے۔ مزدلفہ میں پڑاؤ ہے۔ پھر منیٰ واپسی ہے۔ رمی جمار ہے، نحر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دسویں تاریخ کا دن بڑا سخت اور مشقت سے پُر ہوتا ہے ہر شخص تکان سے اس روز چور چور ہوتا ہے ـــ ان دشوار اور دقت طلب مواقع کا تصور کیجئے اور دیکھئے کہ ان حالات میں ایک شخص یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ۔ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف دعا کے لئے اٹھاتا ہے اور کہتا ہے یارب، یارب ـــ جبل رحمت کا مقام سمجھ لیجئے۔ یا وقوفِ عرفہ کا نقشہ کھینچ لیجئے۔ یا مقام ابراہیم کو خیال کر لیجئے۔ یا ملتزم کا منظر تصور کی نگاہوں میں لے آیئے۔ جہاں اس سے چمٹے ہوئے لوگ گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہیں ـــ لیکن فانّٰی یستجاب لذٰلک۔ ایسے شخص کی دعا قبول ہو تو کیسے ہو! ومطعمہٗ حرامٌ وملبسہ حرامٌ وَغذی بالحرام۔ جبکہ اس کا کھایا ہوا بھی حرام کا ہے، اس کا پہنا ہوا بھی حرام کا ہے اور جس غذا سے اس کا جسم بنا ہے وہ بھی حرام کی ہے ـــ معلوم ہوا کہ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ والا معاملہ تو ہے نہیں۔ کمائی میں تو اللہ کا حکم مانتا نہیں۔ معاش میں تو حرام میں منہ مار رہا ہے اور یہاں آ رہا ہے دعائیں کرنے کے لئے۔ کیا منہ ہے اس کا کہ وہ اللہ سے کلام کرے۔!! یہی بات ہے جو سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ ہم تو تمہاری دعائیں سننے اور قبول کرنے کے لئے تیار ہیں، لیکن ہمارے بندو! یہ بھی تو دیکھو کہ تم ہمارے احکام کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہو۔!! فرمایا: وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ "(اے نبی۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)) جب میرے بندے آپؐ سے میرے بارے میں پوچھیں تو ان کو بتا دیجئے کہ میں قریب ہی ہوں[1]۔ میں تو ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں، وہ جہاں اور جب مجھے پکارے۔ لیکن فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ۔ انہیں بھی چاہئے کہ میری باتوں کو قبول کریں۔ میرا کہا مانیں۔ میرے احکام پر عمل کریں۔ میری پکار پر لبیک کہیں۔ مجھ پر ایمان رکھیں، لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ تاکہ وہ راہِ راست پالیں اور کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں"۔ معلوم ہوا کہ یہ یک طرفہ معاملہ (One way Traffic) نہیں ہے۔ یہ دو طرفہ معاملہ ہے۔ تم اللہ کا کہنا مانو گے، اس کے احکام پر چلو گے، اس کے مطیع بن کر رہو گے، اس پر

---

[1] اللہ تعالیٰ کی قربت اور معیت کی تفہیم کے لئے سورۃ قٓ کا یہ مقام: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اور سورۂ حدید کا یہ مقام: وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ۔ پیش نظر رہیں۔ (مرتب)

ایمان رکھو گے تو اللہ تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔ تم اللہ سے محبت کرو گے اللہ تم سے محبت کرے گا
یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ۔ یہ شان ہوگی اہل ایمان کی ــــ تم اللہ کو یاد کرو' اللہ تمہیں یاد کرے گا ــ
فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ ــــ حدیث میں اس کی وضاحت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میرا بندہ اگر مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر میرا بندہ کسی
محفل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے کہیں اعلیٰ محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ وہ محفل ملائکہ
مقربین ہی کی ہوسکتی ہے ــ اس محفل میں اللہ تعالیٰ اس بندے کا ذکر فرماتا ہے جو اس دنیا میں کسی
محفل میں اس کا ذکر کرتا ہے ۔ اسی طریقے سے آگے حدیث میں آتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ
میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں ۔ بندہ اگر بالشت بھر میرے قریب ہوتا
ہے تو میں ہاتھ بھر اس کے قریب ہوجاتا ہوں ''ــــ قرآن کا ایک مقام مجھے اور یاد آیا ۔ فرمایا : اِنْ
تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ "تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا" اللہ کی مدد بندے
کی جانب سے کیا ہے ؟ اس کے دین کے غلبہ اور اقامت کے لئے مال اور جان کھپا دینا ۔ تُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ط پس دوطرفہ معاملہ
ہوگا ۔ یہی اسلوب ہے اس کا کہ : اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ
لْیُؤْمِنُوْا بِیْ ــــ

اخلاص فی الدعا

تو یہاں سورۂ مومن میں فرمایا : فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۔
پس پکارو اللہ کو دین یعنی اطاعت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے '
وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ ' چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو''۔

اسی سورۂ مومن میں جو آیت نمبر ۶۰ آئی ہے ' وہ بھی اس موضوع پر بہت اہم ہے ۔ فرمایا :
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ
دٰخِرِیْنَ ○ دعا کے موضوع پر جیسا کہ میں نے عرض کیا نہایت اہم آیات میں سے ہے ۔ ترجمہ ہے
" اور تمہارے رب نے یہ فرمایا ہے کہ پکارو مجھے ۔ میں تمہاری پکار سنوں گا ' تمہاری دعائیں قبول کروں گا
حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بربنائے تکبر اور گھمنڈ میں آکر میری عبادت ' سے اباء کرتے ہیں ' اعراض
کرتے ہیں ' منہ موڑتے ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل و خوار ہو کر " اس آیت سے استدلال
کیا جائے گا کہ عبادت اور دعا ایک ہی ہیں ۔ ممکن ہے کہ اسی آیت کی تشریح و تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ الدعاء هو العبادة اور الدعاء مخ العبادة ــــ دیکھئے اور خود

غور کیجئے کہ اس آیتِ کریمہ کے پہلے حصّہ میں دعا کا اور دوسرے حصّہ میں عبادت کا ذکر آیا تو آپ خود بھی کسی تامّل کے بغیر اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ دعا اور عبادت ایک ہی عمل کے دو رُخ ہیں۔ اس میں کسی اشتباہ کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

آگے چلئے اس سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۶۵ ہے جس میں یہ بات پھر آئی۔ فرمایا: هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ " وہ اللہ الحیّ ہے ہمیش ہمیش زندہ رہنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس اسی کو پکارو دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ کُل شکر و سپاس اور تعریف و ثنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے"۔ دیکھئے یہاں اس آیت میں توحید کے ذکر سے آغاز ہوا اور توحید کے بیان پر ہی اس آیت کا اختتام ہوا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ شہادتین کا پہلا جزو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کلمۂ توحید ہے۔ اسی طرح جان لیجئے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بھی کلمۂ توحید ہی ہے جو نہ صرف سورۂ فاتحہ کی (جس کو اُمّ القرآن اور اساس القرآن کے نام بھی دیئے گئے ہیں) پہلی آیت ہے بلکہ قرآن مجید کی بھی پہلی آیت ہے ——

آگے بڑھنے سے قبل میں چاہوں گا کہ آپ اسی سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۶۶ اور اس کا ترجمہ بھی سن لیں۔ اس میں بھی آپ دیکھیں گے کہ عبادت کے بدل کے طور پر دعا ہی کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا: قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ؗ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ " اے نبیؐ! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ مجھے تو ان ہستیوں کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ (میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں) جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے بیّنات (کھلی کھلی نشانیاں) آ چکی ہیں۔ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العٰلمین کے آگے سرِ تسلیم خم کر دوں اور اس کا فرمانبردار و مطیع بندہ بن کر رہوں"۔ [1]

---

[1] محترم ڈاکٹر صاحب کے اس خطاب میں "توحید فی الدعاء کی اہمیت اور اس کا ہمارے دین میں مقام" کے موضوع پر اصولی باتیں آ گئی ہیں۔ تاہم اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر راقم دو آیات مزید پیش کرنا چاہتا ہے جن میں نہی کے اسلوب میں اللہ کے سوا یا اللہ کے ساتھ کسی اور سے دعا کی ممانعت کی گئی ہے۔ مخاطب نبی اکرمؐ ہیں لیکن آپؐ کی وساطت سے پوری نوعِ انسانی بالعموم اور مدعیانِ ایمان بالخصوص مخاطب ہیں۔ پہلی آیت

(باقی اگلے صفحہ پر)

آپ نے دیکھا کہ سورۂ زمر میں عبادت کا کس قدر تاکید اور شد و مد کے ساتھ بیان ہے۔ اطاعت کو اللہ ہی کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ اور اگلی سورت سورۂ مومن میں دعا کا ذکر آگیا لیکن دعا بھی اللہ ہی کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ اس طرح انفرادی سطح کے خارجی اور باطنی دونوں پہلوؤں کا احاطہ ہو گیا اب اگلی بات کی طرف آئیے

دعوت اِلَی اللّٰہ؛ دعوتِ توحید

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ انفرادی توحید جب فرد سے آگے بڑھے گی تو یہ کام 'توحید کی دعوت' کی شکل اختیار کرے گا۔ لوگوں کو بھی اللہ کی توحید کی طرف بلانا اور پکارنا ــــ چنانچہ اسی سورۂ مومن میں اس ضمن میں آلِ فرعون کا ایک قول نقل ہوا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ آل فرعون میں سے ایک بااثر بڑی شخصیت حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئی تھی۔ جو بڑے پائے کے درباری بھی تھے لیکن انہوں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا تھا۔ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ۔ میں شاید پہلے بھی اس کا تذکرہ کر چکا ہوں کہ مومنِ آلِ فرعون نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا تا آنکہ جب وہ مرحلہ آیا کہ فرعون نے کہا کہ اب میں موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کر کے رہوں گا۔ اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میرے درباریوں میں بھی حضرت موسیٰ کے کچھ حامی (Supporters) موجود ہیں۔ اگر اسے یہ اندازہ نہ ہوتا تو اسے دربار میں حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کی بات رکھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ اپنے دربار میں تجویز پیش کرتا ہے کہ: وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی[1] "اور فرعون نے (ایک روز اپنے درباریوں سے) کہا" مجھے چھوڑ دو۔

(تسلسل) سورۂ یونس کی ہے۔ فرمایا: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ "اور اے نبیؐ! اللہ کو چھوڑ کر کسی ہستی کو نہ پکارو (اللہ کے سوا) کوئی چیز نہ آپ کو فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان'۔ اگر (بالفرض) آپؐ نے ایسا کیا تو آپؐ بھی ظالموں (یعنی مشرکوں) میں سے ہو جائیں گے ــــ دوسری آیت سورۂ شعراء کی ہے، فرمایا: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتَکُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ○ "پس (اے نبیؐ) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ اور اگر (بالفرض) آپؐ نے ایسا کیا تو آپؐ بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔" نہی کے اسلوب میں جو تاکید ہوتی ہے اور جو زور ہوتا ہے نیز مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اور مَعَ اللّٰہِ میں جو تمیز و امتیاز اور فرق و تفاوت ہے وہ بادنیٰ تامّل سمجھ میں آسکتا ہے۔ (مرتب)

[1] سورۂ مومن آیت ۲۶ کا ابتدائی حصہ۔

اجازت دو، میں موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کئے دیتا ہوں" حالانکہ خدائی کا دعویدار ہے۔ لیکن میں عرض کیا کرتا ہوں دنیا میں بادشاہوں کا یہ حال ہوتا ہے۔ بادشاہ کیا ہے! دو ہاتھ اور دو پاؤں اس کے بھی ہیں۔ اگر اس کے منصب دار اس کا ساتھ نہ دیں، اس کے پنج ہزاری، بیس ہزاری، تیس ہزاری، اس کی پشت پر نہ ہوں اس کی فوج کے بڑے بڑے جرنیل اور سپہ سالار اور دوسرے بااثر لوگ اس کے ساتھ نہ ہوں تو اکیلے بادشاہ سلامت کیا کریں گے! یہی وجہ تھی کہ جب فرعون کو اندازہ ہوگیا کہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت کا اثر میرے چند درباریوں پر بھی ہو چکا ہے تو اس نے قدم اٹھانے سے پہلے ضروری سمجھا کہ اپنے درباریوں سے استصواب کر لے۔ ان کی رائے اور تائید حاصل کر لے۔ اسی لئے اس نے دربار میں کہا: ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى ۔[1] "اب مجھے اجازت دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں"۔

مومن آلِ فرعون کی تقریر

اس موقع پر وہ مومنِ آلِ فرعون کھڑے ہوگئے ۔۔۔ اس سورت کا نام ہی "سورۃ المومن" ہی اس لئے ہے کہ ان مومنِ آلِ فرعون کی تقریر اس سورت میں بڑی تفصیل سے آئی ہے ۔۔۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ پورے قرآن مجید میں کسی نبی یا رسول کی اتنی طویل تقریر نہیں ہوئی ہے جتنی ان مومنِ آلِ فرعون کی ہوئی ہے ۔۔۔ گھر جا کر اس سورت بالخصوص ان مومنِ آلِ فرعون کی تقریر کا مطالعہ کیجئے گا ۔۔۔ وہ مومنِ آلِ فرعون اس موقع پر کھڑے ہوگئے۔ اس لئے کہ یہ بڑا نازک مرحلہ اور لمحہ (Critical moment) تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے قتل کا فرعون کی تحریک و تجویز پر فیصلہ ہونے والا تھا ۔۔۔ اس وقت آلِ فرعون کے وہ مردِ مومن کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت مؤثر تقریر کی جو قرآن مجید میں نقل ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں فرعون کو جو خدائی کا دعوے دار اور مدعی تھا اپنا "Resolution" واپس لینا پڑا ۔۔۔ ان کی تقریر کا پورے دربار پر اتنا اثر ہوا کہ پھر فرعون کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ اٹھائے۔

مومنِ آلِ فرعون کی دعوتِ توحید

اس تقریر میں وہ مومنِ آلِ فرعون کہتے ہیں: وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۔ "اے میری قوم کے لوگو! کیا معاملہ ہے غور کرو۔ میں تمہیں نجات

---

[1] آیت نمبر ۲۶

کی دعوت دے رہا ہوں، میں تمہیں اس راستہ کی طرف پکار رہا ہوں جو فوز و فلاح اور رشد و کامرانی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور تم مجھے آگ کی طرف بُلا رہے ہو۔ تَدْعُوْنَنِيْ لِأَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ[1] تم تو مجھے دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور اس کے ساتھ شرک کر دوں جس کا کوئی علم اور کوئی سند یا دلیل میرے پاس نہیں ہے اور میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں، بُلا رہا ہوں، پکار رہا ہوں اس ہستی کی طرف جو العزیز ہے الغفار ہے۔ ہر نوع اور ہر قسم کے اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں اور وہ بہت اور نہایت معاف فرمانے والا ہے۔

دعوتوں کا فرق مومن آلِ فرعون کے ان اقوال میں یہ بات بھی واضح طور پر آگئی کہ دنیا میں دعوتیں دونوں بیک وقت موجود رہتی اور چلتی ہیں۔ توحید اور ایمان کی دعوت بھی ہے، شرک کی دعوت بھی ہے کفر کی بھی۔ قیامت تک یہ دعوتیں چلیں گی۔ جیسے علامہ اقبال نے اس شعر میں کہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے اَزل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بُولہبی!!

داعیانِ حق بھی رہیں گے اور داعیانِ باطل بھی رہیں گے اور ان میں سے بھی رہیں گے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور کہلواتے ہیں۔ کیا جلال الدین اکبر اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتا تھا۔؟ کیا اس دور میں بھی کچھ ایسے لوگ موجود نہیں ہیں جو مسلمانوں جیسے نام رکھ کر اور خود کو مسلمان کہلا کر الحاد، زندقہ، بے حجابی، بے پردگی، اباحیت اور نہ معلوم کس کس ضلالت کی طرف دعوت دینے میں نہایت منظم طریق اور بہترین تکنیک سے معروف ہیں! ایسے لوگ موجود ہیں اور یقیناً موجود ہیں۔ ان کی بڑی اکثریت ذرائع ابلاغ پر قابض ہے۔ بڑے بڑے کلیدی مناصب پر فائز ہے اور وہ ہمارے معاشرے میں اسلامی فکر اور اسلامی اقدار میں سرنگیں لگا رہے ہیں۔ اسلام کی جڑیں کھود رہے ہیں۔ ہمارے اسی معاشرے میں حدود اللہ کا تمسخر و استہزاء اور اس سے بغاوت کرنے والے موجود ہیں اور اسی کی دعوت دینے اور ترویج میں لگے ہوئے ہیں، اسی کام میں اپنی بہترین صلاحیتیں اور توانائیاں لگا رہے ہیں —— لہٰذا دعوتیں ہمیشہ رہیں —— ایک ہے توحید کی دعوت اور ایک کفر کی دعوت۔ ایک دعوت ہے ایمان و اسلام کی، ایک ہے شرک اور الحاد کی دعوت! اور ہمارے

---

[1] آیت نمبر ۴۲

معاشرے میں بھی بالفعل و بالقوۃ یہ مختلف دعوتیں موجود ہیں بلکہ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ باطل کی دعوت بہت منظّم اور ہمہ گیر ہے۔ اس کے داعیان بڑے کیّاد، عیّار اور چالاک ہیں۔ پھر ذرائع ابلاغ پر ان کی گرفت (Hold) بہت مضبوط ہے جس کے ذریعے وہ معاشرے کو Slow Poison دے رہے ہیں۔ وہ ہماری ان کمزوریوں سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں جو ایک طرف شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ کے ذیل میں آتی ہیں، دوسری طرف ان کا سبب ڈیڑھ دو صدیوں تک انگریزوں کا سیاسی استیلاء ہے جس کے باعث سیاسی غلبہ ختم ہو جانے کے باوجود بھی ہماری ذہنی مرعوبیّت اور غلامی میں کمی ہونے کے بجائے روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چونکہ ہمارا نصاب اور نظامِ تعلیم ان ہی فکری اساسات پر مبنی ہے جو ملحدانہ اور مادہ پرستانہ ذہنیت وجود میں لاتی ہیں۔ اس کی نشوونما کرتی ہیں اور مسلمان نما ملحدوں کی معاشرے میں کثرت کا باعث بنتی ہیں۔

ایک موحد کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے؟

آگے چلئے اور اگلی سورت، سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آیت نمبر ۳۳ سُنئے۔ بڑی پیاری اور مہتم بالشان آیت ہے فرمایا: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ "اس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہوگی"۔ یوں تو سب کے پاس زبانیں ہیں اور آج کل قلم ہیں اور چھاپنے کے لئے اخبارات و رسائل ہیں۔ اخبارات اور رسائل اب انڈسٹری بن چکی ہے۔ صحافت نہیں رہی۔ صحافت کا نام تو خواہ مخواہ بدنام ہو رہا ہے۔ یہ ایک کاروبار ہے۔ جس طرح ایک کاروبار اور انڈسٹری کا کام یہ ہے کہ معاشرے میں جس چیز کی طلب ہو اسے ہی وہ مہیّا اور پیدا کریں گے یا پھر کسی ایسی چیز کی معاشرے میں مانگ (Demand) پیدا کریں گے جس میں ان کو غیر معمولی منفعت کا یقین ہو، چاہے وہ شے نفسانی خواہشات کو مہمیز کرنے والی کیوں نہ ہو پھر اس کو سپلائی کرنے کے لئے مسابقت کریں گے ـــــ جس کے متعلق حال ہی میں صدرِ مملکت صاحب نے فرمایا ہے کہ اخبارات میں سرخی پوڈر کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ صحیح ہے اس لئے کہ معاشرے میں طلب اسی کی ہے۔ انہیں تو اپنا پرچہ بیچنا ہے۔ پیسہ کمانا ہے۔ اس کے سوا ان کے سامنے کوئی اصول نہیں، کوئی اعلیٰ قدر نہیں، کسی ذمہ داری کا احساس نہیں۔ جو کسی نے لکھ کر بھیج دیا شائع کر دیا۔ پرچے کا پیٹ بھرنا ہے۔ قارئین کی تفریح اور دلچسپی کا سامان مہیّا کرنا ہے۔ کچھ نہیں سوچنا کہ لکھنے والا کفر لکھ رہا ہے، شرک لکھ رہا ہے، فحش لکھ رہا ہے۔ اللہ

کے دین کا مذاق اڑا رہا ہے۔ شعائرِ دینی کا تمسخر اور اقدارِ دینی کا استہزاء کر رہا ہے۔ قرآنی آیات کے تراجم و مطالب میں تحریف کر رہا ہے اور احادیث کو بازیچۂ اطفال بنا رہا ہے۔ پھر اخبارات و رسائل میں کثرت کے ساتھ لوگوں کی نگاہوں کو دعوتِ زنا دینے والی تصاویر شائع کی جارہی ہیں۔ انہیں زیادہ سے زیادہ دیدہ زیب اور دلکش بنایا جارہا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ دھڑلے سے ہو رہا ہے، اس ملک میں ہو رہا ہے جس کے قیام کا مقصد لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ بتایا گیا تھا اور جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے ـــــ اور جس میں کوئی دن نہیں جاتا کہ یہ نوید نہ سنائی جاتی ہو کہ اس ملک میں جلد ہی اسلامی نظام آرہا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اس دور میں بھی دعوتیں بہت سی ہیں، زبان بھی ہے قلم بھی ہے جو جس کے جی میں آرہا ہے کہہ رہا ہے اور لکھ رہا ہے۔ لیکن فرمایا: مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہو، اللہ کی طرف پکار رہا ہو لوگوں کو بلا رہا ہو اور اس کے ساتھ اس کا عمل بھی دعوت کی مناسبت سے صالح ترین ہو۔ بالکل درست ہو۔ خلوص و اخلاص پر مبنی ہو۔ خود اس پر کاربند ہو۔ یہ نہ ہو کہ اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت والا معاملہ ہو رہا ہو۔ بلکہ نقشہ یہ ہو کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں، اس پر سرتاسر خود عامل بھی ہوں ـــــ یہ مفہوم و مطلب ہوا ان دو باتوں کا کہ: مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا ـــــ آگے تیسری بات یہ فرمائی: وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ "اور کہے میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں ـــــ کوئی نیا فرقہ نہ بنایا جائے۔ بلکہ کہا جائے کہ میں بھی اللہ کے فرماں برداروں میں سے ایک ہوں ـــــ میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں اور اللہ کی توحید پر ایمان رکھنے والوں میں سے ایک ہوں۔ میں بھی یوم جزاء و سزا کا یقین رکھنے والوں میں سے ایک ہوں ـــــ ان ہی باتوں کے اقرار ہی کا نام اسلام ہے ـــــ

اپنا علاحدہ ایک تشخص بنانا اور مسلمانوں میں ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈال دینا، اس سے بچنا چاہیئے۔ وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ انفرادی توحید سے عملی توحید کی طرف پیش رفت کے ضمن میں دعوت الی اللہ کا مرحلہ سورۂ حٰمٓ السجدہ میں آیا۔ اب آیئے سورۂ شوریٰ کی طرف ـــــ!

توحیدِ عملی کی چوٹی: فریضۂ اقامتِ دین

میں نے آغاز میں سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ کی تلاوت کی تھی۔ اب میں اس کی کچھ تشریح

وتوضیح کروں گا۔ اس طرح ان شاء اللہ وہ تمہیدی باتیں اختتام کو پہنچ جائیں گی جو آج تقریر کے انداز میں آپ کے سامنے بیان کرنا میرے پیشِ نظر تھیں۔ کل اور پرسوں ان شاء اللہ ہم باقاعدہ درس کے انداز میں سورۂ شوریٰ کے بعض مقامات کا مطالعہ کریں گے ـــــ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس آیت کریمہ کے مطالب و مفاہیم کو پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ سماعت فرمائیں اس لئے کہ یہ آیت کریمہ اس سورہ کی مرکزی آیت اور اس کا عمود ہے۔ تمہید چلی تھی انفرادی توحید سے کہ انسان اللہ کا بندہ بن جائے۔ اس کے لئے اپنی بندگی اور پرستش کو خالص کرتے ہوئے۔ پھر عملی توحید کی طرف پیش رفت کا پہلا مرحلہ ہے دعوت الی اللہ۔ توحید کی طرف لوگوں کو پکارنا اور بلانا۔ اس کا منتہا ہے اس امر کی جان و مال سے جدّ وجہد کہ اجتماعی زندگی اور نظام پر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کا سکہ رواں ہو جائے۔ یہ ہے اقامتِ دین، دین کو بالفعل قائم اور نافذ کرنا۔

آیتِ مبارکہ پھر سماعت فرمائیے:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ـــــ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا
الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ
اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

تشریح و توضیح

فرمایا: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ ـ "مقرر کیا ہے تمہارے لئے دین" یہاں غور کیجئے کہ خطاب کن سے ہو رہا ہے! کن سے کہا جا رہا ہے کہ تمہارے لئے "اَلدِّيْن" مقرر کیا ہے!! ظاہر بات ہے کہ جو مخاطَب ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے۔ وہی مخاطَب ہیں اس آیتِ مبارکہ کے۔ یہاں جمع کے صیغہ میں ضمیر مخاطب "کُمْ" آیا ہے۔

امت کا جامع اور ہمہ گیر مفہوم

شاید آپ کے علم میں یہ ضروری بات ہو! نہ ہو تو نوٹ کر لیجئے۔ وہ یہ کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں تو اس میں ایک جزوی غلطی ہے۔ نبی اکرمؐ کی امتِ دعوت ہے پوری نوعِ انسانی ۔ آپ تا قیامِ قیامت ہر مکان و زمان کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں بفحوائے آیاتِ قرآنیہ: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ط اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ؔ ـــــ لہٰذا پوری نوعِ انسانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتِ دعوت ہے۔ جن لوگوں نے آں حضورؐ کی دعوت کو قبول کر لیا یا آئندہ کریں وہ امتِ اجابت میں شامل ہیں یا ہو جائیں گے۔ امتِ اجابت کے معنی ہونگے تصدیق و تسلیم کرنے والی امت ــــ ہمارا حال کچھ بَین بَین ہے۔ عملاً تو ہم نے قبول کیا ہوا نہیں ہے۔ عملاً تو ہم نام کے اور نسلی مسلمان ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ ہماری عظیم اکثریت فرائض دینی کی تارک اور شعائرِ دینی کی پابندی سے عاری ہے۔ نفس پرستی، زر پرستی، قبر پرستی، تعزیہ پرستی اور نہ معلوم کتنی اور پرستیوں میں مبتلا ہے، زمانے کے چلن کی پرستی ہے۔ نظریاتی سطح پر ملحدانہ اور مادہ پرستانہ کئی نظریات ہمارے فہیم طبقے کے قلب و ذہن پر مستولی ہیں ــــ ان اعتبارات کے پیشِ نظر ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر فی الواقع اور بالفعل لبیک کہا ہے۔ البتہ ہم دعویدار اس بات کے ضرور ہیں کہ ہم جیسے کچھ بھی ہیں بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اور آں حضورؐ کے امتی ہیں ــــ

امتِ دعوت اور امتِ اجابت

پس امت کے لفظ کو آپ سمجھ لیجئے کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا مخاطب ہے وہ امتِ دعوت میں سے ہے اور جو بھی اس دعوت پر لبیک کہہ کر اور اس کو قبول کر کے اس میں شامل ہو گیا وہ امتِ اجابت میں سے ہے۔ امتِ اجابت کو قرآن حکیم فرقان حمید یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کرتا ہے ــــ ان دونوں ہی سے اس آیت میں خطاب ہے ــــ اب آئیے اس آیت کی تشریح و توضیح کی طرف:

آیت کی تفہیم و تصریح

فرمایا: شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ "(لوگو!) تمہارے لئے اللہ نے وہی دین مقرر کیا ہے"۔ کونسا دین ــــ؟ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا۔ "جس کی اس نے وصیت کی تھی نوحؑ کو"۔ وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ "اور جو ہم نے وحی کیا ہے (اے محمدؐ) آپ کی طرف" ــــ یہاں اِلَیْکَ واحد کا صیغہ ہے۔ لہٰذا مراد ہوں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ــــ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی۔ "اور جس کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو" عَلٰی نبیّنا وعلیھم الصّلٰوۃ والسّلام۔ پہلی بات تو یہ نوٹ کیجئے کہ یہاں پانچ رسولوں کا ذکر آیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرات نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا۔ اور یہی وہ پانچ رسول ہیں جن کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ اولوالعزم من الرّسل ہیں۔ بعض علماء اس فہرست

میں حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کو بھی شامل کرتے ہیں لیکن اکثر علمائے سلف کی اکثریت کا رجحان ان ہی پانچ رسولوں کی طرف ہے جن کا ذکر یہاں آیا ہے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر حضورؐ سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) صبر کیجئے جیسے ہمارے باہمت صاحبِ عزیمت رسول صبر کرتے رہے ہیں۔ یہاں اولوالعزم رسولوں سے یہی رسلؑ مراد ہیں۔ آیت کے اس ٹکڑے میں دوسری اہم بات یہ بیان ہوئی کہ ان سب رسولوںؑ کا دین ایک ہی ہے۔ جو دین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، وہی دین لے کر آئے حضرت نوح علیہ السلام۔ وہی دین لے کر آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ پس دین میں کوئی فرق نہیں۔ یہ بڑی اہم بات ہے اس کو نوٹ کیجئے۔ حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ رسولوں کی شریعتیں مختلف رہی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ نماز کی جو شکل ہمارے یہاں ہے یہ شکل شریعتِ موسوی میں نہیں تھی۔ روزے کے جو احکام ہمارے یہاں ہیں، وہ بنی اسرائیل کے روزوں کے احکام سے مختلف ہیں۔ لہٰذا شریعتوں میں فرق رہا ہے۔ البتہ دین ایک ہی رہا۔ اس بات کو نہیں سمجھیں گے تو اَقِيْمُوا الدِّيْنَ کا حقیقی مفہوم سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس لئے اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔

جملہ انبیاء و رسل کا دین ایک ہی رہا ہے

تمام انبیاء و رسل کے مشترک دین کو واقعتاً ایک لفظ سے تعبیر کریں گے تو وہ ہوگا "دین توحید"۔ حضرتِ نوحؑ کا دور ہو، حضرت ابراہیم کا دور ہو، حضرتِ موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا دور ہو علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور نبی خاتم رسولِ آخر الزماں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ہو۔ ان سب کا دین ایک ہی رہا ہے اور وہ ہے دینِ توحید۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی اور رسول اسی دعوتِ توحید پر مامور رہتے رہے ہیں۔ توحید کی دعوت ایک نقطۂ واحدہ ہے اور سب کی دعوت میں مشترک۔ اس میں کسی دور میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ توحید کیا ہے! یہ کہ انسان کو ہر معاملہ میں اللہ کا حکم ماننا ہے اس کی ہدایت پر چلنا ہے۔ یہی تاکید جنت سے حضرت آدمؑ کے ہبوط ارضی کے موقع پر کر دی گئی تھی۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ توحید کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اس کی بھیجی ہوئی ہدایت اور

اوامر و نواہی کے مطابق اس دنیا کی زندگی بسر کی جائے ۔ تمام انبیاء و رسل کی دعوت کا مرکزی نقطہ یہی توحید رہا ہے ــــ قرآن مجید میں جن انبیاء و رُسُل کا ذکر آیا ہے آپ ان سب کو پڑھ جائیے سب کی دعوت یہی ملے گی کہ : اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔

شریعتیں جدا رہی ہیں

البتہ شریعت کے احکام بدلتے رہے ہیں۔ اللہ کا حکم ایک وقت میں ایک ہے دوسرے وقت میں دوسرا ہے۔ حکم بدل گیا ۔ توحید وہی ہے ۔ اُس وقت اس حکم کی اطاعت کر لینا توحید ہے، اِس وقت اس حکم کی تعمیل کرنا توحید ہے ۔ اس بات کی وضاحت کے لئے مختلف شریعتوں کے فرق کو بیان کرنے کے بجائے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے ان شاء اللہ بات واضح طور پر سمجھ میں آجائے گی ۔ آپ سب حضرات کو یقیناً معلوم ہوگا کہ ہجرت کے بعد تقریباً سولہ مہینے آں حضورؐ نے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی تا آنکہ حکم آگیا : فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ " پس اب پھیر دیجئے اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف ــ" بعض صحابہ کرامؓ میں ایک بےچینی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ۔ اس لئے کہ ان کو خوب اندازہ تھا کہ نماز تو عِمَادُ الدِّیْن ہے ۔ دین کا ستون ہے ۔ رکنِ رکین ہے ۔ بلکہ ایمان اور کفر میں امتیاز کرنیوالی چیز درحقیقت یہ صلوٰۃ ہے ۔ اس کی دین میں اتنی اہمیت ہے ۔ ان کو خیال آیا کہ اگر سولہ مہینے ہم نے غلط رُخ پر نماز پڑھی تو ہماری ان نمازوں کا کیا ہوگا ۔ دوسرے یہ کہ اس دوران جن مسلمانوں کا انتقال ہوگیا اب ان کا کیا ہوگا ۔ ! پس منظر میں یہ تشویش موجود تھی جس کے ازالے کے لئے اسی مقام پر یہ الفاظ آئے ہیں : وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ " اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع کرنے والا نہیں ہے " فکر نہ کرو اس وقت تم نے اگر بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی تو حکم خداوندی وہی تھا ۔ اس وقت اسی اللہ کا حکم یہ ہے کہ مسجد حرام کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو ۔ تو اُس وقت توحید کا تقاضا وہ تھا اِس وقت اسی توحید کا تقاضا یہ ہے ۔ حکم بدل سکتا ہے اصول نہیں بدلے گا ۔ اصول یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر چلنا ہے ۔ جس وقت جو حکم ہے اسے ماننا ہوگا ۔ اسی طریقے سے دوسری مثال سیرتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں دیکھئے ۔ مکی دور میں حکم ہے کہ مشرکین اگر تمہیں دہکتے انگاروں پر لٹا رہے ہیں تو جھیلو، برداشت کرو ۔ ہاتھ نہیں اٹھا سکتے ۔ اس وقت اس حکم کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت ہے ۔ مدنی دور میں آکر حکم ہوا ہے : وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ " اور جنگ کرو اللہ کے

راستے میں، ان سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔" اب اس حکم پر عمل کرنا توحید ہے، اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ کی اطاعت وہاں وہ تھی یہاں یہ ہے۔ اللہ کی اطاعت کا اصول قائم رہے گا اگرچہ حکم بدل گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کچھ اور تھی جس کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ نہیں۔ ہمارے پاس کوئی ریکارڈ ہے تو وہ شریعتِ موسوی کا ہے اور ان شریعتوں کے فرق کو عام طور پر لوگ جانتے ہیں پس شریعتیں بدلی ہیں، جدا رہی ہیں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ یہ الفاظ بھی آئے ہیں: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا " ہم نے (تم انسانوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور راہِ عمل مقرر کی" سابقہ امتیں اگر ان کو دی ہوئی شریعتوں پر کاربند رہیں تو انہوں نے توحید کا تقاضا پورا کیا۔ اب جو شریعتِ محمدی ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ وہ پچھلی تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔ اب اس پر چلنا توحید اور اطاعتِ الٰہی کا تقاضا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ تورات کا ایک نسخہ لے آئے تھے اور اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔ میرا یہ گمان ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں دلیل کے طور پر تورات کو پڑھ رہے تھے اور حضورؐ کو سنا رہے تھے۔ وہ تو پڑھنے میں لگے رہے اور انؓ کو اندازہ نہیں ہوا کہ حضورؐ کے چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب تھے انہوں نے حضرت عمرؓ کو ٹوکا "دیکھتے نہیں ہو کہ حضورؐ کے چہرۂ مبارک کا کیا حال ہے!" حضرت عمرؓ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور ان کو حضورؐ کے چہرۂ انور پر خفگی کے آثار نظر آئے تو وہ کہتے رہے: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا. تین بار انہوں نے اسی کا اعادہ کیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کا غصہ فرو ہوا اور پھر حضورؐ نے فرمایا "اے عمرؓ! اگر موسیٰؑ بھی اس وقت زندہ ہوتے تو انؑ کو بھی میری اطاعت کئے بغیر چارہ نہیں تھا" اَوْكَمَا قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے کہ تمام سابقہ شریعتیں شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آنے کے بعد منسوخ ہو چکی ہیں ــــ اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ انبیاء و رسلؑ کی شریعتیں مختلف رہی ہیں۔ دین ایک ہی رہا ہے اور وہ ہے دینِ توحید۔

دین اور شریعت میں ربط و تعلق

اب میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو بھی جدید اصطلاحات سے سمجھ لیا جائے کہ دین اور شریعت میں کیا ربط و تعلق ہے۔! دیکھئے جدید سیاسیات میں دو اصطلاحات رائج ہیں۔

ایک دستور (Constitution) دوسری قانون (Law)۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ دستور (Constitution) وہ دستاویز ہے جو کسی بھی ملک کے نظام کو متعین کرتی ہے۔ اساسی دستور میں طے ہوتا ہے کہ اس ملک میں حاکمیت کس کی ہے (Sovereign) کون ہے؟ اور حاکمیت کس طرح استعمال (Channelise) ہوگی؟ وہ ردّوبدل (Exercise) کس طور پر ہوگی۔ اس دستور کے تحت قانون سازی کا طریقہ (Process) کیا ہوگا۔؟ اس میں ردّوبدل کیسے ہوگا؟ انتظامیہ اور عدلیہ میں باہمی ربط و تعلق کیا ہوگا۔؟ ایک دوسرے کے محاسبہ اور توازن (Checks and Balances) کا نظام کیا ہوگا؟ ان بنیادی مسائل کے لئے رہنمائی دینے والی دستاویز اساسی دستور کہلائی جاتی ہے۔ ہر ملک کے دستور میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ اساسی دفعات بہت پائیدار اور مضبوط ہوں۔ چونکہ بار بار ترمیم مناسب نہیں ہوتی لہٰذا تبدیلی کا طریقہ (Process) مشکل ترین رکھا جاتا ہے۔ اس دستور کے تحت حسبِ ضرورت اکثریت کی رائے سے قانون سازی ہوتی رہتی ہے اور قانون صرف ۴۹ اور ۵۱ آراء کے فرق سے ہر وقت تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔ ایک وقت میں لیجسلیٹو اسمبلی یا پارلیمنٹ ایک قانون منظور کرتی ہے اور دوسرے وقت میں اس کو تبدیل کر دیتی ہے یا اس میں ترمیم (Amendment) کر دیتی ہے۔ وہ چھپ جاتی ہے اور وکلاء حضرات اس کی قانون کی کتاب میں چیپیاں لگاتے رہتے ہیں —— ان دونوں اصطلاحات سے یہ بات سمجھ لیجئے کہ دستور کی حیثیت ہے دین کی اور قانون کی حیثیت ہے شریعت کی۔

لفظ دین کا مفہوم آگے بڑھنے سے قبل میں چاہوں گا کہ اسی موقع پر لفظ دین کے مفہوم کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ جس کی تشریح میں نے ابتدائی گفتگو میں مؤخر کی تھی۔ عربی میں دین کے لغوی معنی ہیں "بدلہ"۔ ظاہر ہے کہ بدلہ کسی کام کے نتیجہ کے طور پر ملتا ہے۔ اچھے کام کا اچھا اور بُرے کام کا بُرا بدلہ —— لہٰذا لفظِ دین میں جزا و سزا کا مفہوم پیدا ہوا۔ اس مفہوم سے لفظِ دین میں قانون اور ضابطہ کا تصوّر شامل ہوا۔ چونکہ جزا اور سزا مستلزم ہے کسی قانون اور ضابطہ کو —— اس تصوّر کے مقتضیات و لوازم کے طور پر اسی لفظِ دین میں ایک مقتن اور مطاع کا مفہوم داخل ہوا۔ اب بدلہ، جزا و سزا، قانون و ضابطہ اور مقنن و مطاع کے تمام مفاہیم کو جمع کیجئے تو حاصل جمع ہوگا اطاعت۔ لہٰذا ان تمام مطالب و مفاہیم اور تصورات کے اجتماع سے قرآن مجید کی اصطلاح "دین" بنی۔

دین کے معنی ہوئے ایک دستور۔ ایک پورا نظامِ حیات۔ ایک مکمل ضابطہ زندگی جس

یں ایک ہستی یا ادارے کو مطاع، مقنن اور حاکم مطلق تسلیم کرکے اس کی جزا کی امید
اور سزا کے خوف سے اس کے عطا کردہ یا جاری و نافذ کردہ قانون اور ضابطہ کے مطابق
اس ہستی یا ادارے کی کامل اطاعت کرنا ـــــــ

ان تمام مفاہیم کو قرآن مجید میں ان الفاظ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ ۔ بلاشبہ اللہ کا پسند کردہ نظام حیات تو اسلام یعنی مکمل تابع داری ہے یہاں دین اور اسلام کے فرق کو بھی سمجھ لیجئے۔ "اَلدِّین" کے معنی یہاں ہیں "نظامِ حیات ۔ اطاعت اور الاسلام کے معنی ہوں گے تابعداری اور فرمانبرداری کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا ۔ نظامِ حیات اور دستور کے معنی میں یہ لفظِ دین سورۂ نصر میں استعمال ہوا۔ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ــــ غیر اللہ کے بنائے ہوئے نظامِ حیات پر بھی اسی "دین" کی اصطلاح کا اطلاق ہوگا ۔ جیسے سورۂ یوسف میں بادشاہ کے رائج نظام کے لئے دین الملک استعمال ہوا ۔ چونکہ ملوکیت میں حاکمیتِ مطلقہ بادشاہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے ۔ وہ کسی تحدید کا پابند نہیں ہوتا ــــ

دستور و قانون کا تعلق

اب پھر رجوع کیجئے اس بات کی طرف کہ دستور تو اصل میں نظام کو طے کرتا ہے ۔ اور اس نظام کے تحت قانون کا عمل جاری و ساری رہتا ہے ۔ لہٰذا دستور کی حیثیت ہے دین کی اور قانون کی حیثیت ہے شریعت کی ۔ دستور طے کرتا ہے کہ حاکمیت کس کی ہے، اطاعتِ مطلقہ کس کی ہوگی ۔ قانون سازی کا آخری اختیار کس کے ہاتھ میں ہے ۔ اللہ کے دین میں حاکمیتِ مطلقہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے ۔ اطاعتِ مطلقہ کی سزاوار اسی کی ذاتِ عزّ وجل ہے ۔ اس کی قائم کردہ حدود کے اندر اندر رہتے ہوئے اسلامی ملک کی پارلیمان کو قانون سازی کا حق حاصل ہے ۔

جمہوریت

ہمارے دور میں سب سے زیادہ مقبول اور رائج العمل نظام جمہوریت ہے ۔ گویا آج کل سب سے زیادہ رواں جمہوریت کا سکہ ہے ؏ سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ یہاں "آتا" کو "آیا" سے بدل دیجئے تو یہ دور جمہوریت کا دور ہے ۔ یہ بھی ایک دین ہے ۔ دینِ جمہور ۔ اس کا اصل یہ ہے کہ حاکمیتِ مطلقہ عوام کی ۔ عوام کے منتخب کردہ نمائندے جو چاہیں گے قانون بنائیں گے ۔ انہیں اختیار ہے کہ شراب پر پابندی لگائیں یا اسے ھنیئًا مریئًا قرار دیں ۔ ان کو اختیار ہے کہ زنا پر کوئی سزا طے کریں یا اس کی کھلی چھوٹ دے دیں ۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ بعض مغربی ممالک میں لواطت کو نہ صرف جائز قرار دیا گیا ہے بلکہ Homosexuality کو اس طرح

قانونی تحفظ دیا گیا ہے کہ دو مرد بھی آپس میں شوہر اور بیوی کا رشتہ قائم کر کے رہ سکتے ہیں۔ قانون اُن سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔ چونکہ ان کا قانون اسے جائز رشتہ ازدواج میں منسلک قرار دیتا ہے ان پر شوہر اور بیوی کے تمام حقوق و فرائض کا اطلاق ہوگا۔ یہ ہے جمہوریت جس میں حاکمیتِ مطلقہ عوام کے ہاتھ میں ہے۔ ان کے نمائندے جو چاہیں قانون بنائیں۔ ان پر کوئی تحدید نہیں ہے۔

دین اللہ

دین الملک اور دین الجمہور کے مقابلے میں دین اللہ، دین اسلام کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ مطاعِ مطلق ہے اللہ۔ قانون سازی کا مطلقاً اختیار اللہ کو ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ "حکمرانی اور فرماں روائی کا کلیتہً اختیار صرف اللہ کے لئے ہے۔ اسی نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی بندگی کی جائے گی۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہوگی۔ اسی طرزِ عمل اور رویّہ کا نام دینِ قیّم ہے۔" اسلامی مملکت میں اللہ کی حاکمیّتِ مطلقہ تسلیم کی جائے گی۔ اور اللہ کے نازل کردہ دین و شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے حسبِ ضرورت قانون سازی ہوتی رہے گی۔ اصولِ دین سے کسی حال میں سرِمو انحراف نہیں کیا جائے گا۔

ہمارے دستور کی قراردادِ مقاصد

آج صبح مَیں نے اخبار میں دیکھا کہ آج مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی برسی کا دن تھا۔ میں تو برسی کا قطعی قائل نہیں ہوں لیکن اس لحاظ سے بات ذہن میں بیٹھ گئی کہ آج اخبارات نے مولانا مرحوم کی چند دوسرے اہلِ علم و دانش کے تعاون سے مرتب کردہ اس قراردادِ مقاصد کا متن بھی شائع کیا جو ۱۹۴۹ء میں پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے منظور کی تھی۔ جو ۱۹۷۳ء کے دستور تک ہر دستور میں بطور افتتاحیہ شامل ہے۔ اس قرارداد میں یہ بات طے کی گئی تھی کہ اس سلطنت خداداد میں حاکمیّت اللہ کی ہے اور عوام کے منتخب نمائندے اس کے نائب کی حیثیت سے امور و کاروبارِ حکومت چلائیں گے۔ وہ بہت اہم اور بڑا فیصلہ تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ فیصلہ دل سے کیا نہیں گیا تھا۔ یہ تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی شخصیت، ان کی علمیت، ان کی وجاہت اور ان کا پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ، پھر عوام و خواص میں ان کی عزت و احترام اور ان کا اثر و رسوخ، ان سب باتوں کا رعب اتنا تھا۔ پھر یہ کہ نواب لیاقت علی خان مرحوم خود بھی مولانا کے کچھ زیر اثر تھے لہٰذا قراردادِ مقاصد پاس ہوگئی۔ ورنہ مجھے امید ہے کہ اس مجلس میں چند لوگ ایسے ضرور ہوں گے کہ ان کو یاد ہوگا کہ قراردادِ مقاصد کے منظور ہونے کے بعد

دستور ساز اسمبلی میں کچھ نام نہاد مسلمانوں ہی نے کھڑے ہو کر یہ کہا تھا کہ اس قرارداد کے پاس ہونے پر آج ہماری گردنیں شرم کے مارے جھک گئی ہیں آج ہم مہذب دنیا کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہے، اصل بات چونکہ دل سے نہیں نکلی تھی۔ اندرخاص شخصیتوں کے دباؤ تھے پھر خارج میں جماعتِ اسلامی کی برپا کردہ اسلامی دستور کی تدوین کے لئے کافی مؤثر تحریک تھی۔ جس کے نتیجہ میں اسمبلی میں خطوط، پوسٹ کارڈز اور تاروں نیز مختلف پلیٹ فارموں سے منظور شدہ مطالبوں کی قراردادوں کی نقول سے بوریوں پہ بوریاں بھر گئی تھیں اور ان کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ملک نیا نیا بنا تھا۔ عوامی دباؤ کا بھی یہ نیا تجربہ تھا۔ لہٰذا برسرِ اقتدار لوگ اس عوامی تحریک سے بھی کافی مرعوب ہو گئے تھے۔ رائے عامہ کا ظہور جس قدر بڑے پیمانے پر ہوا تھا اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ قراردادِ مقاصد منظور تو ہو گئی لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ کام خارجی دباؤ کے تحت ہوا تھا۔ اصل میں دل سے یہ بات نہیں نکلی تھی۔ لہٰذا وہ صفحۂ قرطاس کی زینت تو بن گئی لیکن اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جو پیش رفت ہونی چاہیئے تھی وہ نہیں ہوئی نہ اس وقت ہوئی نہ آج تک ہوئی ہے۔

ایک کثیفہ اس ضمن میں ایک لطیفہ بلکہ کثیفہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ ایک صاحب جو اس وقت اسلامی جمعیت طلبہ میں شامل تھے اور مجھ سے بڑے تھے۔ اب بھی حیات ہیں اور اب ایک نامور سیاسی لیڈر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ لاہور میں مستقل طور پر رہتے ہیں۔ میں ان کا نام نہیں بتانا چاہتا۔ ہم دونوں ساتھ ساتھ لاہور کی مال روڈ پہ جا رہے تھے تو ایک بڑی سی کار پاس سے گذری اور ایک بہت لمبی داڑھی والے ایک صاحب اس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے توجہ سے دیکھا کہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیا دیکھتے ہو؟ یہ "قراردادِ مقاصد" ہے۔ میں بڑا حیران ہوا اور میں نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ وہ کار والے صاحب سے ذاتی طور پر واقف تھے۔ انہوں نے کہا کہ "ان کو لوگ 'قراردادِ مقاصد' کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ بولے "جس طرح قرارداد مقاصد کی ہمارے ملک میں کوئی حیثیت نہیں ہے ویسے ہی ان صاحب کے کردار میں اس داڑھی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اپنے کردار کے لحاظ سے یہ نہایت بدنام شخص ہے جو ابھی کار میں گذرا ہے لیکن یہ کہ دینداری دکھانے کے لئے بڑی سی داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ جیسے قراردادِ مقاصد کی حیثیت محض ایک دکھاوے کی چیز کے سوا اور کچھ نہیں" ان کی بات صد فی صد درست ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ پینتیس ۳۵ سال

تو گزر چکے ہیں چھتیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ اس عرصہ میں اس قرار داد پر جو کچھ عمل ہوا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ لیکن فی الواقع اس قرار دادِ مقاصد پر اور اس دفعہ پر جو ہر دستور میں محض رہنما اصول (Directive Principle) کے طور پر درج ہوتی چلی آ رہی ہے کسی دستور میں بھی اسے نافذ العمل دفعہ (Operative Clause) قرار نہیں دیا گیا۔ وہ رہنما اصول یہ ہے کہ:

"No Legislation will be done repugnant to the Quran and the Sunnah."

"کوئی قانون سازی نہیں ہو گی جو قرآن و سنّت کے خلاف ہو۔"

اسلامی نظام کے مقتضیات

اگر قرار دادِ مقاصد اور یہ رہنما اصول Operative Clause یعنی نافذ العمل دفعہ) بن جائے اور یہ دونوں واقعی اخلاص کے ساتھ صاحب اقتدار حضرات کے دلوں میں اتر جائیں۔ پھر ملک کی تمام ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کو کھلا اختیار دے دیا جائے کہ اس ملک کا رہنے والا ہر مسلمان اس دفعہ کے تحت جس قانون کو بھی چیلنج کرے کہ قرآن و سنّت کے خلاف ہے تو وہ عدالتیں اس کو سنیں اور فیصلہ دیں ۔ یہ دونوں چیزیں کسی ملک کے دستور اور نظام کو اسلامی دستور اور نظام بنانے کے لئے کفایت کریں گی ۔ باقی رہی یہ بات کہ انتخابات کا طریقہ دہیج کیا ہو! وہ جماعتی بنیاد پر ہو، متناسب نمائندگی کے اصول پر یا غیر جماعتی ہو۔ ملک کا نظام پارلیمانی ہو یا صدارتی ہو۔ وحدانی ہو یا وفاقی یا الحاقی ہو۔ یہ سارے مسائل مباحات کے دائرے کے ہیں۔ ہمارے ملک کے حالات کے اعتبار و لحاظ سے جو طریقہ مناسب نظر آئے اسے اختیار کر لیا جائے۔ اصل چیز یہ ہے کہ ملک کا نظام، توحید پر استوار اور مبنی ہو۔ نظری طور پر تسلیم کیجئے اور عمل میں اس کا مظاہرہ کیجئے کہ حاکمیت کا اختیار صرف اللہ کا ہے۔ نظری طور پر یہ بات قرار دادِ مقاصد میں موجود ہے اور عملاً اس رہنما اصول کو نافذ العمل دفعہ بنانے کی ضرورت ہے کہ:

"No Legislation will be done repugnant to the Quran and the Sunnah."

"قرآن و سنّت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔"

قانون سازی کا ہمیں اختیار ہے۔ لیکن یہ اختیار محدود ہے۔ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے اندر اندر اور ان کی روح کے مطابق قانون بنا سکتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام میں ردّ و بدل کرنے کے ہم ہرگز اور قطعی مجاز نہیں ہیں۔ نہ ان سے تجاوز کر سکتے ہیں ۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا۔ ایک جگہ آتا ہے: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا "یہ اللہ کی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔" اور "یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ پھٹکو"[۱] اس دائرے کے اندر آپ قانون بنائیے۔ اس کے لئے بھی قرآن نے ہدایت دے دی ہے: وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔ اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کریں۔ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ مطلوب ہے واجب ہے کہ معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں۔

قابلِ صد افسوس بات

آپ کو معلوم ہے کہ اس دور میں شرعی عدالتیں بنی ہیں لیکن حال کیا ہے؟ ان کے بھی ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ان کو حکم ہے کہ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ "اپنے ہاتھ بندھے رکھو۔" فلاں فلاں قوانین کی طرف ہرگز نگاہ نہ اٹھانا۔ عائلی قوانین ان شرعی عدالتوں کے حیطۂ اختیار سے باہر ہیں۔ ان پر فیصلہ کرنے کی یہ عدالتیں مجاز نہیں کہ ان میں شریعت کے خلاف کون کون سی دفعات ہیں۔ ان عائلی قوانین کو صاحبِ اقتدار حضرات کا تحفظ حاصل ہے۔ چونکہ ڈر ہے کہ اگر ان میں سے خلافِ شرع دفعات حذف کر دی گئیں تو مغرب زدہ خواتین ناراض ہو جائیں گی۔ گویا ان کی ناراضگی کا اللہ کی ناراضگی سے زیادہ خوف ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ ان کی رضا اللہ کی مرضی و رضا سے زیادہ عزیز ہے۔ ان شرعی عدالتوں کو اس امر کا پابند بھی کر دیا گیا ہے کہ یہ مالی قوانین کے بارے میں بھی فیصلے دینے

---

[۱] ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک بندۂ مومن کے اختیار کی کیفیت اس گھوڑے کے مانند ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہو۔ اب جتنی لمبی رسّی ہے اسی قدر وہ اس کھونٹے کے چاروں طرف جا سکے گا۔ اس رسّی سے تجاوز نہیں کر سکے گا۔ یہی طرزِ عمل ایک مومن بندے کا ہونا چاہئیے۔ (اوکما قال) اس سے ایک صحیح اسلامی ریاست کی حدود اختیارات کو سمجھا جا سکتا ہے ـــــ اسلامی ریاست میں اختیارات کی حدبندی کے لئے سورۃ الحجرات کی یہ آیت کریمہ رہنمائی کرتی ہے کہ: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ "اے اہلِ ایمان! اللہ اور اس کے رسول ؐ کے آگے (یعنی ان کے احکام سے) پیش قدمی نہ کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو۔ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔" اس آیت کی رو سے ایک اسلامی ریاست کو لازماً اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کے تابع ہو کر کاروبارِ حکومت چلانا ہوگا۔ (مرتب)

کی مجاز نہیں ہیں کہ کون سے قوانین اور طور طریقے خلافِ اسلام ہیں۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ اہم ترین نظام تو مالیات کا نظام ہی ہوتا ہے۔ آج کی دنیا میں سارا دار و مدار تو معاشی نظام پر ہے۔ وہ طے کرتا ہے کہ پورا نظام کن اصولوں پر چلے گا۔ آپ کو بہ ادنیٰ تامل نظر آجائے گا کہ ہمارے پورے نظامِ معیشت کا دار و مدار حرام پر ہے۔ ہماری تمام بڑی بڑی صنعتیں اور ہماری تمام برآمدی و درآمدی تجارت سود کی بنیاد پر چل رہی ہے۔ ہماری زمین یعنی کاشت کاری کا اکثر و بیشتر بندوبست جاگیرداری اور زمینداری کی بنیاد پر چل رہا ہے۔ ایک ہے صنعت و تجارت کا سود اور ایک ہے زمین کا سود۔ معیشت کا کل کا کل معاملہ سود کی بنیاد پر چل رہا ہے۔ لیکن شرعی عدالتوں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے کہ وہ ان مسائل کے متعلق کوئی Verdict نہیں دے سکتیں۔ ہو سکتا ہے کہ چند اور بھی مسائل ہوں جو ان عدالتوں کے حیطۂ اختیار سے باہر رکھے گئے ہوں۔ بہرحال عائلی قوانین اور مالی قوانین پر یہ عدالتیں کسی غور و فیصلہ کی مجاز نہیں ہیں۔ ان امور کو اگر دین کے تابع نہیں کیا گیا تو گویا بنیادی باتوں ہی سے اعراض و گریز کیا جا رہا ہے۔ پھر اسلام آئے گا تو کیسے آئے گا۔ اگر اسلام کو فی الواقع لانا ہے تو ان سب کو بدلنا ہوگا۔

آیت کی مزید توضیح و تشریح

یہ باتیں تو جملہ ہائے معترضہ کے طور پر درمیان میں آگئیں اب آئیے سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ کی طرف۔ میں نے اس آیت کی ابھی تک صرف دو باتوں کی شرح کی ہے۔ ایک تو یہ کہ ان پانچوں رسولوں کا دین ایک ہے۔ اور یہ پانچوں چوٹی کے رسول ہیں۔ ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں۔ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء و رسل کا دین ایک ہی رہا ہے۔ از آدم علیہ السلام تا ایں دم۔ دینِ الٰہی ایک ہے۔ یہ دین کیا ہے؟ یہ ہے فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ انفرادی سطح پر اور اجتماعی سطح پر یہ بات مانو کہ اللہ ہی ہے حاکمِ مطلق۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ اسی تعالیٰ کے قانون کی تنفیذ ہو۔ جہاں اس تعالیٰ نے آزادی دے رکھی ہو وہاں تم حدود میں رہ کر قانون بنا سکتے ہو۔ یہ اسی کی دی ہوئی آزادی ہے۔ لیکن اس کی مقرر کردہ حدود سے ہرگز تجاوز نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان میں ردّ و بدل کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہوگا دین کو قائم کرنا۔ یہ ہے اقامتِ دین۔ اس کو سمجھنے کے لئے اب آیت مبارکہ کے اگلے حصے پر آجائیے۔ اس کیلئے آیت کا متعلقہ حصہ پھر سماعت فرمائیے: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ یہ دین اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کو قائم کرو۔ اس لئے تو نہیں

دیا گیا کہ اس کی مدح کرو۔ اس کی تعریفیں کرو۔ اس پہ کانفرنسیں کرتے رہو۔ کانفرنسیں اور محاضرات قرآنی ہم بھی کرتے ہیں، لیکن اگر ان کانفرنسوں اور محاضرات سے مقصود ہو دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں کام لینا تو ان کا انعقاد مبارک۔ اور اگر یہ چیزیں اپنی جگہ مقصود و مطلوب بن جائیں اور گفتن و برخاستن تک معاملہ رہے تو ان کا کوئی حاصل نہیں۔ کسی پیشِ نظر عظیم کام کے لئے ہو تو یہ احسن کام ہے چونکہ ظاہر بات ہے کہ اس کے کچھ Practical Aspects ہوں گے۔ لہٰذا اصل مقصود ہی اس کام کا صحیح مقام متعین کرے گا۔ اقامتِ دین کی جدوجہد کے طور پہ تبلیغ ہو رہی ہو تو وہ تبلیغ اور ہو گی۔ اور اگر تبلیغ برائے تبلیغ ہو رہی ہو تو وہ تبلیغ اور ہو گی۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہو جائے گا جیسا کہ میں پچھلی مرتبہ عرض کر کے گیا تھا کہ ایک ہے خالص مذہبی طرز کی تبلیغ۔ ایک تبلیغ ہے انقلابی تبلیغ۔ ایک تبلیغ وہ ہے جو صرف عقیدہ کو پھیلاتی ہے جیسے عیسائیت کی تبلیغ۔ وہاں نظام ہے ہی نہیں، دین ہے ہی نہیں۔ شریعت موجود ہی نہیں ہے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام! اس کے احکام موجود ہی نہیں ہیں۔ ان کے ہاں صرف عقیدہ ہے یا اخلاقیات کی کچھ تعلیم ہے۔ اخلاقیات (Moralities) کے بارے میں ابتداہی میں میں نے بتایا تھا کہ سب کے نزدیک یہ مشترک چیزیں ہیں۔ ان کو Universal Ethics آفاقی اخلاقیات کہنا بجا ہو گا۔ شریعت ان کے ہاں سرے سے ہے نہیں تو نظام کیا بنے گا! لہٰذا ان کی تبلیغ صرف عقیدے اور چند اخلاقی اصولوں کی تبلیغ ہے۔ جس طریقے سے ایک بیل ہوتی ہے جو وہ زمین پہ پھیلتی ہے۔ سرے سے اوپر اٹھتی ہی نہیں۔ وہ خربوزے کی ہو، کدو کی ہو کسی چیز کی بھی ہو وہ زمین پر ہی رہ جائے گی۔ اوپر نہیں اٹھے گی۔ یہی مذہبی تبلیغ کا مزاج ہے کہ وہ زمین ہی پہ پھیلتی چلی جاتی ہے۔ وہ کبھی نظام قائم نہیں کرتی نظام کا قیام اس کے پیشِ نظر ہوتا ہی نہیں۔ لیکن انقلابی تبلیغ کسی نظام کو برپا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس کی مثال ہمارے سامنے اشتراکی تبلیغ ہے۔ ایک اشتراکی تبلیغ کے ذریعے اپنے نظریات کو پھیلاتا ہے۔ لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتا ہے۔ اپنا لٹریچر پھیلاتا ہے۔ غزلوں سے، نظموں سے، افسانوں سے، ڈراموں سے اور بہت سے ذرائع سے وہ اپنے فکر کو پھیلانے کے لئے جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ پھر اس فکر کو قبول کرنے والوں کو منظم کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے پیشِ نظر انقلاب برپا کرنا ہے۔ اس کے پیشِ نظر ایک نظام ہے جسے وہ سمجھتا ہے کہ صحیح اور بہترین نظام ہے۔ وہ غلط سمجھتا ہے یا درست سمجھتا ہے اس سے قطع نظر وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ یہ وہ نظام ہے جو عدل پہ مبنی ہے۔ وہ اس نظام کو برپا کرنے کے لئے تبلیغ کر رہا ہے۔ تو اس انقلابی تبلیغ میں اور

اس مذہبی تبلیغ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کو آپ دیکھیں گے تو اس میں دونوں تبلیغیں آپ کو نظر آئیں گی۔ اللہ کی طرف دعوت بھی ہے۔ توحید کے عقیدے کی دعوت بھی ہے اور اقامتِ دین کی جدوجہد بھی ہے۔ نظام کو بدلنے کی سعی و کوشش بھی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر کل جب ہم اس سورہ شوریٰ کی اگلی آیات پڑھیں گے تو ان میں ہمیں دعوتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ ہدف ملے گا۔ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ " اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پس آپ اس کی دعوت دیجئے"۔ یہاں فَلِذٰلِكَ فَادْعُ نہایت غور اور توجہ چاہتا ہے۔ دعوت کس چیز کی؟ دعوت اقامتِ دین کی ـــــ : اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ کی دعوت۔ دین کو بالفعل قائم کرنے کی دعوت۔ صرف عقیدے کی دعوت نہیں ہے۔ صرف اخلاقی تعلیم کی تبلیغ و تلقین نہیں ہے۔ صرف مراسمِ عبودیت کو پھیلانے کی تبلیغ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے نماز، روزے اور دوسرے نیکی کے کاموں کی دین میں بڑی اہمیت ہے۔ لیکن ان سب سے جو چیز مطلوب ہے وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ کی توحید کو اجتماعی نظام پر قائم کرنے کے لئے ان سے مدد حاصل کی جائے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ " اے ایمان والو! مدد حاصل کرو (اللہ کی راہ میں مشکلات پر) صبر سے اور نماز سے ـــــ آگے جہاد فی سبیل اللہ کی جو چوٹی ہے یعنی قتال فی سبیل اللہ ـــ اس کے اعلیٰ وارفع مقام کا ذکر ان الفاظِ مبارکہ سے کر دیا گیا: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ صبر و صلوٰۃ سے مدد کس مقصد کے لئے حاصل کرنی ہے! وہ ہے اقامتِ دین کی جدوجہد ـــ!!

اسی کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا: فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ: "پس اے نبیؐ اسی کی دعوت دیجئے اور جس چیز کا آپؐ کو حکم ہوا ہے اسی پر جم جائیے اور ان (مشرکوں) کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے" یہ ہے اقامتِ دین۔ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

تفرقہ کیا ہے؟

وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ لہٰذا میں اس وقت وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ کی اجمالی تشریح پر اکتفا کروں گا۔ ان شاء اللہ کل جب ہم باقاعدہ سورہ شوریٰ کے بعض اہم مقامات کا باقاعدہ درس کی شکل میں مطالعہ کریں گے تو تفاصیل بیان ہوں گی۔ دیکھئے ایک لفظ ہے تفرقہ، تفریق اور ایک ہے اختلاف۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اختلاف بالکل نیک نیتی سے بھی ہو سکتا ہے۔ اختلاف جزوی ہوتا ہے۔ اختلاف کی وجہ سے یہ نہیں ہوتا کہ

دمن دگرم تو دیگری ، یہ تفرقہ ہو جائے گا۔ تفرقہ یہ ہے کہ ایک دوسرے سے کٹ جائیں۔ آپس میں پھٹ جائیں۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ اختلاف تو امام ابوحنیفہ سے کیا امام شافعی نے (رحمہما اللہ علیہما) امام ابوحنیفہؒ کے بعض فتاویٰ سے اختلاف کیا ہے خود امام موصوفؒ کے شاگردوں نے اپنے استاذ سے۔ امام محمدؒ اور امام قاضی ابویوسفؒ نے بعض مسائل میں امام رحمہ اللہ کی آراء سے اختلاف کیا کہ نہیں کیا۔ ! ایک امام دوسرے امام کی رائے تعبیر اور فتویٰ سے اختلاف کر سکتا ہے ایک شاگرد اپنے استاذ کی رائے سے اختلاف کر سکتا ہے۔ ان سب کی نیتیں نیک ہیں، مبنی بر اخلاص ہیں۔ یہ سب دین الٰہی کا حکم اور اس کا منشا معلوم کرنا چاہ رہے ہیں قیاس اور اجتہاد کے ذریعے سے۔ لیکن چونکہ استنباط کے اصول میں کچھ اختلاف ہے۔ لہٰذا نتیجے مختلف نکل رہے ہیں۔ پس اختلاف نیک نیتی سے بھی ہو سکتا ہے۔ اختلاف کوئی بُری شے نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسی اختلاف سے دنیا کی رونقیں ہیں۔ ذوقؔ نے کہا ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن   اے ذوقؔ زیب اس چمن کو ہے اختلاف سے

ایک گلاب کا پودا ہے، اس میں جو پھول لگتے ہیں وہ سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کا رنگ اور انداز جدا جدا ہوتا ہے۔ اسی طرح غور کیجئے کہ ایک ہی طرح کے تمام انسان ہوتے۔ رنگ ایک شکل وصورت ایک، ناک نقشہ ایک تو کتنی اکتا دینے والی یکسانیت (Monotony) ہو جاتی۔ ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل بلکہ قریب قریب ناممکن ہو جاتا۔

تفریقِ دین ایک نوع کا شرک ہے

لیکن تفرقہ کے متعلق جان لیجئے کہ امت میں تفرقہ اور دین میں تفرقہ کو شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (اے نبیؐ !) جو لوگ اپنے دین کو پھاڑ دیں، ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اس میں تفرقہ ڈال دیں اور گروہوں میں بٹ جائیں یقیناً (اے نبیؐ !) ان سے آپؐ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں نوٹ کیجئے! ایک ہے تفریقِ دین۔ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ۔ انہوں نے اپنے دین کو پھاڑ دیا ـــــ دین کو پھاڑنا کیا ہوگا ! ـ نظامِ اطاعت کو تقسیم کر دینا۔ ایک حصہ میں اللہ کی اطاعت ہو رہی ہے اور دوسرے حصوں میں اطاعت ہو رہی ہے کسی اور کی ـ کہیں ہو رہی ہے شریعتِ الٰہی کی اور کہیں ہو رہی ہے اپنے نفس کی خواہشات کی۔ کہیں زمانے کے چلن اور فیشن کی۔ کہیں برادری کے رواج کی۔ یہ دین کو پھاڑ دیا گیا ہے۔ یہاں فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ نہایت قابلِ غور حصہ ہے۔ فَرَّقَ، يُفَرِّقُ تَفْرِيْقًا آتا ہے پھاڑ دینے، کاٹ دینے، ٹکڑے ٹکڑے کر دینے اور جدا جدا کر دینے کے لئے۔ دوسرا

ہے تَفَرَّقَ فِی الدِّیْنِ۔ خود دین کے معاملے میں متفق ہو جائیں۔ دین کے معاملہ میں متفرق ہونے کا تعلق ہے اقامتِ دین سے۔ مسلمان فرقوں میں منقسم ہو جائیں تو پھر دین کیسے قائم ہو گا؟ دین کو قائم کرنے کے لئے تو بڑی مضبوط جدوجہد کی ضرورت ہے۔ بڑی مجتمع قوتوں کی ضرورت ہے۔ مل جل کر کام کرنا اور زور لگانا ہو گا۔ آپ تصور کیجئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محنت، جدوجہد اور ایثار و قربانی کا جس کے نتیجے میں جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کا دین بالفعل قائم اور نافذ ہوا جس کی مدح قرآن مجید جگہ جگہ کرتا ہے۔ سورہ فتح میں فرمایا: هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ " وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو بھیجا ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ اس کو پوری جنس دین (نظام اطاعت و نظام حیات) پر غالب کر دیں۔ اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ انؐ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر نہایت سخت اور آپس میں نہایت رحیم ہیں" یہ شان نہ ہوتی تو دین قائم نہ ہوتا۔

اقامتِ دین فرض ہے

فرمایا: اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ دین کو قائم کرو۔ اس معاملہ میں تفرقہ نہ ڈالو تم سب کا مقصود و مطلوب ایک ہو۔ تم سب کے سامنے یہی ہو کہ سب سے پہلے تو خود اللہ کا بندہ بنتا ہے۔ یہ ہے انفرادی سطح پر توحید عملی۔ یہ توحید ہو گی اطاعت کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ پھر یہ کہ اجتماعی جدوجہد کا آغاز ہو گا دعوت الی اللہ سے اور اس کا منتہا اور مقصود ہو گا کہ پورے نظامِ اجتماعی پر، ملک پر، پوری قومی زندگی پر اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنا ہے۔ یہ ہے اقامتِ دین۔ جو مرکزی مضمون ہے سورہ شوریٰ کا۔ اس ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ کل ہمارا مطالعہ آگے بڑھے گا۔ آج میں نے مکی اور مدنی سورتوں کے بارے میں کچھ تمہیدی باتیں آپ کو بتائیں۔ وہ بھی اس لئے کہ ان چار سورتوں (زمر، مؤمن، حٰمٓ السجدہ اور شوریٰ) کے درمیان جو ربط ہے میں اس کو سامنے لانا چاہتا تھا کہ توحید عملی کے موضوع پر ان چار سورتوں کا گروپ بہت اہم ہے۔ سورہ زمر میں انفرادی سطح پر توحید عملی ــــ اسی کا باطنی پہلو توحید فی الدعاء سورۂ مومن میں ــــ پھر انفرادی سطح سے اجتماعی سطح کی طرف بڑھیں گے تو دعوتِ توحید کا مرحلہ ہے ــــ یہ ہے سورہ حٰمٓ السجدہ میں۔ اور اجتماعی سطح پر توحیدِ عملی کا ہدف ہے اقامتِ دین جو بیان ہوا سورہ شوریٰ میں ــــ

اللہ تعالیٰ ہمیں اس فیصلہ کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی توانائیاں ـــــ اور اپنی قوتیں اس توحیدِ عملی پر مرتکز کریں اور انفرادی سطح سے اجتماعی نظام تک اس توحید کو برپا کرنے کے لئے اپنی کمر کس لیں۔

اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ط وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ـــــ!

(جاری ہے)

انشاء اللہ العزیز

مرکزی انجمن خدام القرآن ○ لاہور

کے زیرِ اہتمام

پانچویں بار

محاضراتِ قرآنی

مورخہ ۲۵ مارچ تا ۲۸ مارچ ۸۴ء بمقام : جناح ہال

میں منعقد ہونگے جن میں مقامی اصحابِ علم و دانش کے علاوہ ہندوستان سے بھی علماء کرام شرکت فرمائیں گے

(آخری قسط)

خسرانِ اُخروی سے بچنے کا راستہ

محمد اقبال واحد

حجاج بن یوسف نے عبدالملک کی حکومت کو آہنی بنانے کے لئے ایک لاکھ بیس ہزار تابعین کو شہید کرا دیا - امام ابوحنیفہ کو جیل میں ڈال دیا گیا - امام شافعی کو جلاوطن کر دیا گیا - امام مالک کو اتنے کوڑے مارے گئے - کہ ان کے شانے اکھڑ کر رہ گئے - امام احمد بن حنبل کو تین ملوک کے زمانے میں اتنے کوڑے مارے گئے کہ ہاتھی کو بھی مارے جاتے تو وہ بھی مر جاتا - قصہ کوتاہ اہل حق پر اہل دین پر ظلم و ستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا - یہ اس سرزمین میں ہوا جو اسلام کا اوّلین گہوارہ تھی - مصر شام عراق ہندوستان میں انسان پر جو گذری وہ ایک طویل استحصال کی دردناک داستان ہے - وہ اندلس جہاں مسلمانوں نے ۷۹۲ سال حکومت کی تھی - علم و ادب تہذیب و تمدن کے چراغ اس وقت جلائے تھے - جب یورپ جانوروں کی طرح ہاتھ سے پیالہ بنا کر پانی پیتا تھا - زوال غرناطہ کے بعد عیسائیوں نے اپنی ایک خود ساختہ تعذیب گاہ رینگوری ایشن کے ذریعہ ۳۲ ہزار مسلمانوں کو زندہ جلا دیا - اور اس سے کہیں زیادہ کو ساری عمر کے لئے اعضاء سے محروم کر کے اپاہج اور بے سہارا بنا دیا - اور بالآخر ایک ایک مسلمان مرد عورت بچے بوڑھے کو موت کے گھاٹ اتار کر ہسپانیہ سے مسلمانوں کے وجود کو نیست و نابود کر دیا - پھر اسی اثناء میں صحرائے گوبی سے وحشی تاتاری اٹھے جن کا مقصد نہ فرماں روائی تھا نہ کشور کشائی بس ان کا ایک ہی دل پسند مشغلہ تھا - بستیوں کی بستیاں نذر آتش کر دی جائیں - اور انسانی کھوپڑیوں کے بلند و بالا مینار بنائے جائیں - اور بس، وہ مینار بناتے چلے گئے - بغداد جو علم و فن کا گہوارہ تھا اسے دریا برد کر دیا - عالم اسلام کے لئے یہ ایک قیامت صغریٰ تھی - جو چنگیز اور ہلاکو کی شکل میں بلائے بے درمان بن کر آئی - ہندوستان میں اکبر دی گریٹ نے مسلمانوں کے جان و مال کو تو کچھ نہ کہا - لیکن اُن کے دین کا مثلہ کر کے رکھ دیا - اور اب آئیے دور جدید کی طرف جیسے

دورِ علم ودانش کہا جاتا ہے - استحصال کا جائزہ لیں - جس میں خیر سے استحصال اپنی بلندیوں کو چھوتا نظر آتا ہے - باوجود اس کے کہ یو این او بھی موجود ہے - اور دنیا بھر کے وسائل پر منشوروں میں حقوقِ انسانی کا رونا بہت زور و شور کے ساتھ رویا گیا ہے - لیکن عملاً کیا ہوا اور کیا ہوتا رہا ہے - روسی سوشلزم نے لاکھوں انسانوں کو محض اس جرم کی پاداش میں کہ وہ سوشلزم کے نظریہ کے حامی نہیں تھے - سائبریا کے سرد پوش جنگل یا جہنم میں دھکیل دیا - جنگِ عظیم اوّل اور جنگِ عظیم دوم جو بے مقاصد محاربے تھے، اُن کے ذریعہ وہ قیامت نوعِ بشری پر گذر گئی کہ پندرہ کروڑ سے زائد انسان ہلاک اور پچاس کروڑ سے زائد مجروح اور ایک ارب سے زیادہ گھر سے بے گھر وطن سے بے وطن ہو گئے - امریکہ جو دنیا بھر میں علم ودانش تہذیب وتمدن کا سمبل بنا پھرتا ہے - اُس نے جاپان کے دو شہروں ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم برسا کر انہیں صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا - ویٹ نام میں جو کچھ ہوا - اور اب افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے - اُس سے کون بے خبر ہے - اسرائیل نے قبلہ اوّل کو آگ لگا دی اور لبنان میں اُس بربریت کا مظاہرہ کیا - کہ اگر جنگل کے جانوروں کو بھی اس کا پتہ چلے تو شرم سے سر جھکا لیں رضا شاہ پہلوی نے ایران میں ۲۰ ہزار آدمیوں کو اس وجہ سے کہ وہ اپنے ملک میں اسلامی جمہوریت چاہتے تھے اپنی شاہی کے تحفظ میں گولیوں سے بھون کر رکھ دیا - مصر میں جمال عبدالناصر اور انور السادات نے اخوان پر وہ مظالم ڈہائے - کہ زمین چیخ اٹھی اور آسمان رو دیا - محض اس جرم میں کہ وہ اپنے ملک میں اسلامی نظامِ حیات چاہتے تھے - اور پھر پاکستان میں کیا ہوا - ایک صاحب انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے ہوئے روٹی کپڑا اور مکان کا جھانسہ دیتے ہوئے چور دروازے سے ایوانِ اقتدار میں داخل ہوئے وہ روٹی کپڑا اور مکان تو کیا دیتے - روٹی کے نام پر فاقہ کپڑے کے نام پر کفن اور مکان کے نام پر قبرستان الاٹ کرتے رہے - اُن کی عشرت گاہیں غریب عوام کی بہو بیٹیوں کی عصمتوں سے اور اُن کے خون سے اُن کے محلات اور قصور کے فانوس جلتے رہے - اور جب اُن کے خلاف ایک تحریک احتجاج اٹھی - تو

اپنے ہم وطنوں کے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا مختصر یہ کہ پوری انسانی تاریخ میں (ماسوائے خلافتِ راشدہ اور عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس سال کے) استحصال ایک ایسا دندانہ دیو ہے۔ جو ہر زمانے میں انسان کے گوشت خون ہڈیوں جان مال عزت آبرو شرف منزلت پر ناچتا نظر آتا ہے انسان نے انسان کے استحصال کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا۔ راعی نے رعایا کا قوی نے ضعیف کا طاقت ور نے کمزور کا علم نے جہل کا صنعت کار نے مزدور کا سیاست کے لبادے میں یا مذہب کے لبادے میں کسی نے پیری فقیری کے نام پر کسی نے حکومت و فرمان روائی کے نام پر کسی نے علم کے نام پر کسی نے عقائد کے نام پر کسی نے ملک کے نام پر کسی نے بالا تری کے نام پر کسی نے رنگ و نسل کے نام پر کسی نے سفید فام کے نام پر اور کسی نے سرخ فام کے نام پر وہ استحصال جان مال اور آبرو کا کیا ہے۔ کہ اگر اُس خون کو اکٹھا کیا جائے۔ جو انسانی استحصال میں بہا ہے۔ تو بحر احمر کا پانی خون میں تبدیل ہو جائے۔ اور اموال کا جو ضیاع ہوا ہے۔ ایک قارون تو کیا دس قارونوں کے خزانے ہوں تو اس کا مقابلہ نہ کر سکیں اور عزتیں حرمتیں عصمتیں جو برباد کی گئی ہیں ہندسے ختم ہو جائیں لیکن اُن کی تعداد دشوار ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ کیا انسان پاگل ہو گیا تھا۔ یا یہ دنیا ایک بڑا پاگل خانہ ہے۔ جس میں ایک دوسرے کے جان مال اور آبرو پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑا ہے۔ نہیں ایسا یہ دیوانگی اور فرزانگی کا کوئی معاملہ نہیں تھا۔ بس بات صرف اتنی تھی۔ کہ انسان کا دل رحمان کے ایمان سے خالی ہو گیا اور وہ اُس ازلی میثاق کو بھول گیا۔ جو اس نے یوم الست اپنے پروردگار سے کیا تھا۔ کہ آپ ہمارے رب ہیں اور ہم آپ کے بندے بن کر رہیں گے۔ برخلاف ازیں شیطان نے خدا کو جو چیلنج دیا تھا۔ کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کر کے رہوں گا۔ اس چیلنج میں اُس کا معاون بن گیا۔ گویا بہ الفاظ دگر اُس نے شیطان سے سمجھوتا کر لیا۔ انبیاء علیہم السلام کے پیغام و کلام کی تکذیب کی الہامی و سماوی کتابوں کو اُن کی تعلیمات کو کسی درجہ میں اہمیت دینے سے انکار کر دیا۔ دین جو امن و سلامتی کا ... [illegible]

کو ترجیح دی - گویا دوسرے لفظوں میں معبود حقیقی کے مقام پر اپنے نفس کے الٰہ کو لا بٹھایا - اور جو اُس نے کہا وہ کیا - آخرت اور جنت اور بعث بعد الموت کا کوئی تصوّر اسکے سامنے جب آیا - تو اُس نے اس سے راہ فرار اختیار کی - دنیا کی ہی زندگی کو بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کے مصداق اپنے لئے مدار حیات قرار دے لیا - اور پھر اُس نے اپنی دنیا بنانے کے لئے ہر وہ حربہ استعمال کیا جو اس کے بس میں تھا - جس کے نتیجہ میں پوری انسانیت پس کر رہ گئی - یہ ہے وہ خسران جسے اس سورت کی ابتدا میں والعصر کی قسم کے ساتھ زمانے کے تاریخی وقائع کی روشنی میں تاریخ کے فی الواقع پس منظر میں انّ الانسان لفی خسر کے الفاظ میں باری تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے - لیکن یہ اُس خسران کا ایک مختصر حصہ ہے - مختصر اس اعتبار سے کہ یہ خسران جان و مال بہرحال ایک نہ ایک دن ختم ہو جانے والا ہے - جو انسان کو اس خاکدان ارضی میں حیات فانی میں پیش آیا ہے - خسران کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے - اور اب مجھے اس کے بارے میں عرض کرنا ہے - وہ انسان کی معنوی روحانی اور بالآخر اُخروی زندگی سے تعلق رکھتا ہے - جس کے نتائج بعث بعد الموت کے بعد اُس کے سامنے آنے والے ہیں - بشرطیکہ اُس نے اپنے رویۂ زندگی میں کوئی تبدیلی نہ کی ، باوجود اس بات کے کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب، اُن مسلمانوں کی تعداد جو قرآن پر اور قرآن کی سورہ والعصر پر ایمان رکھتے ہیں، موجود ہے - لیکن کہیں بھی اسلام کا نظام حیات قرآن کا ایمان و یقین حساب و احتساب کا تصوّر حیات اُخروی کا یقین اور اُسکی کامیابی وکامرانی کا جذبہ موجود نہیں ہے - غیر مسلم تو غیر مسلم ہیں - مسلمان جو الٰہی نظام حیات کے قیام کے اقامت کے ذمہ دار تھے ترجمان تھے، نہ ترجمان ہیں نہ ذمہ دار ہیں نہ ان کو اپنی ذمہ داری کا شعور و احساس ہے - وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا - بہرحال اگر نام نہاد مسلمانوں نے پوری انسانی برادری نے اسلام کے نظام حیات سے اغماض کا وہی رویہ اختیار کئے رکھا جو اُس کا وطیرہ بن چکا ہے - تو اُسے جان لینا چاہیئے - کہ اُس کی موجودہ زندگی کے بعد جو خسران کا دور آنے والا ہے - اُس کی کوئی نسبت حصہ اول کے خسران سے

نہیں ہے - اس لئے کہ یہ فانی ایک نہ ایک روز ختم ہو جانے والا خسران اُس خسران کے بالمقابل کوئی شے نہیں ہے - جو مستقل اور دائمی ہے - جس دن اُسے اپنے خالق کے سامنے اپنے مالک کے سامنے اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہو کر بتانا ہو گا - کہ اُس نے اپنی حیات ارضی میں کیا رویہ اختیار کیا تھا - اُس دن انسانوں سے کہا جائے گا "آج تم اپنا حساب خود ہی کر لو - آج تم اپنے حساب کے لئے آپ ہی کافی ہو - کہ تم کس سلوک کے سزاوار ہو - یہ استحصال وہ خسران ہوگا جس میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا استحصال نہیں کرے گا -

انسان کا اپنا وجود انسان کا اپنا نفس انسان کی اپنی ذات ظالم بھی ہوگی اور مظلوم بھی - اُس کے اعمال جو اُس نے دنیاوی زندگی میں انجام دیئے ہیں ظلم کی مرئی شکل اختیار کریں گے جس کے نتیجے میں انسان کو ایک ایسے خسران سے گذرنا ہوگا - ایسے عذاب سے گذرنا ہوگا جو لامحدود بھی ہوگا - اور خالد بھی - یہ مطلب ہے - ان الانسان لفی خسر اور جس کو میں نے دو حصوں میں جو درحقیقت ایک ہی حصہ میں اور جو نتیجہ میں فقدان ایمان کا اور ترک اعمال کا بیان کیا ہے - اب سوال یہ ہے - کہ اس خسران زیان نقصان دنیاوی و اُخروی سے بچنے کا کیا طریقہ ہے - قرآن کی موجودہ سورت میں زیر بحث سورت والعصر میں باری تعالے نے ایک چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے - اور وہ ہے ایمان، عمل صالح تواصی بالحق تواصی بالصبر پر مشتمل اس فارمولے کو میں مزید تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں - لیکن قبل اس کے کہ میں اس فارمولے کے پہلے جزو ایمان کے بارے میں عرض کروں - ایمان کی حقیقت کو جان لینا چاہیے - ایمان کا تعلق نظری اور علمی موشگافیوں سے نہیں ہے نہ اُس کا تعلق استدلال سے ہے - نہ اُس کا تعلق علم کلام سے ہے - نہ اُس کا تعلق حرف و زبان سے ہے - اس کا تعلق محض اور محض دلی عنایت خداوندی سے ہے - بشرطیکہ طلب صادق ہو اور کوشش راست ہو - ایمان پانچ حصص پر مشتمل ہے ایمان باللہ ایمان بالرسالت، ایمان بالکتاب ایمان بالملائکہ، ایمان بالآخرۃ سب سے پہلے ہم ایمان باللہ کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ کیا ہے اُس کے تقاضے اور مقتضیات کیا ہیں اور وہ کن امور اور کن مسئلات پر مشتمل ہے - ایمان باللہ محض ...

کا ایک خالق ہے اور اُس کا نام اللہ تعالےٰ ہے - جو کفّار تک مانتے ہیں - قرآن اس پر شاہد ہے - وہ کہتے تھے زندگی اور موت ہوا اور بارش روزی اور رزق پناہ دہندہ متصرف فی الامور خالق کائنات کے سوا اور کوئی نہیں البتہ اسکے نیچے کچھ الٰہ اور ضرور ہیں جو عطائی طور پر خدائی قدرتوں کے حامل ہیں - جو ہمارے حاجت روا مشکل کشا شفاعت کنندہ سفارسی اور زلفیٰ ہیں - قرآن کے نزدیک ایمان باللہ کا یہ مبہم اور ناقص مفہوم بالکل نہیں ہے - وہ کہتا ہے - کہ اگر تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے - تو تسلیم کرو کہ اس کائنات کا جو خالق ہے وہی اس کا مالک بھی ہے اور اُس کی مالکیت میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے - اور جب مالکیت اُسی کی ہے تو حاکمیت بھی اُسی کی ہے اور جس طرح سے اس کی خالقیت میں مالکیت میں کوئی اُس کا ساجھی اور ساجھی نہیں ہے - ٹھیک اُسی طرح سے اُس کی حاکمیت بھی بلا شرکت غیرے ہے - جس میں کوئی ذرّہ برابر اُس کا شریک نہیں ہے - وہ ذات جو خالق و مالک کائنات ہے - قادر مطلق ہے - مختار مطلق ہے - حاکم علی الاطلاق ہے - جس کی حاکمیت پوری کائنات کو کائنات کی ہر شے کو محیط ہے - سروری سادرنٹی جہان بانی فرماں روائی ہر قسم سے ہر نوع سے اُسی ذات کے لئے مختص ہے - دستور اُس کا ہے - امر اس کا ہے - قانون اُس کا ہے - مرضی اُس کی ہے - مشیت اس کی ہے - اس کا امر اس کا حکم اُس کا دستور انسانی زندگی کا مکمل نظام زندگی اور ضابطۂ حیات ہے - خواہ اس کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے ہو، انفرادی زندگی میں بس اطاعت اُس کی ہے عبودیت اس کی ہے - بندگی اُس کی ہے - غلامی اُس کی ہے تابعداری اُس کی ہے - زندگی کے کسی ایک حصہ میں نہیں ایک گوشے میں نہیں ایک شعبہ میں نہیں - کلی کی کلی زندگی میں کلی کی کلی اطاعت اُسی کی ہے - اور اسی کی ہونی چاہیئے - یہ ایمان باللہ کا وہ حصہ ہے - جو انسان کی انفرادی زندگی سے متعلق ہے - کہ عبادات سے لے کر معاملات تک معاملات سے لے کر اخلاق تک معمولی کام سے لے کر بڑے سے بڑے کام تک یہانتک کہ ماکولات مشروبات ملبوسات پسند اور میلانات جذبات اور احساسات، تعلقات خدا سے ہوں رسول سے ہوں نبی سے ہوں بیوی بال بچوں سے ہوں ماں باپ سے ہوں اعزہ و اقارب سے ہوں معاشرے سے ہوں ابنائے جنس سے ہوں ٹھیک خدا کی مرضی

اور مشیت اور دستور و قانون کے مطابق ہونے چاہئیں - اور جب اجتماعی زندگی کا معاملہ سامنے آئے - تو وہاں بھی سیاسی اور تمدنی علمی اور تہذیبی فرمان روائی تمام تر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے - خواہ وہ معاشرہ کی شیرازہ بندی ہو جماعت سازی ہو حکومت سازی ہو - ایوان پارلیمان ہو - ایوان صدر ہو ایوان شورای ہو، علوم کی درس گاہیں ہوں معیشت کے بازار ہوں، معاشرت کے کاروبار ہوں - سیاست کے ہنگامے ہوں دفتر ہوں، دفاتر ہوں، کالج ہوں یونیورسٹیاں ہوں عدلیہ ہو انتظامیہ ہو مقننہ ہو خطابت ہو صحافت ہو کتابت ہو تحریر ہو تقریر ہو طرز رہائش ہو طرز بود و ماند ہو طرزِ نشست و برخواست ہو - طرزِ گفتگو ہو طرز کلام ہو طرز سلام ہو طرزِ انعام ہو - گھر ہو باہر ہو بازار ہو غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی میں حاکمیت فرمان روائی صرف اور صرف خالق کائنات کیلئے مخصوص اور معتبر ہے - جس کا کوئی شریک نہیں ہے - نہ ذات میں نہ صفات میں نہ کلام نہ تدبیر امر میں نہ حکمت میں نہ دانائی میں نہ اقتدار میں نہ جہاں بانی میں نہ مشکل کشائی میں نہ حاجت روائی میں نہ ندا میں نہ دعا میں نہ پکار میں نہ دنیا میں نہ برزخ میں نہ حشر میں نہ حساب میں نہ احتساب میں نہ جنت میں نہ دوزخ میں نہ کوئی نبی نہ کوئی رسول نہ کوئی صدیق نہ کوئی شہید نہ کوئی ولی نہ کوئی صالح نہ کوئی مومن - وہ حاکم علی الاطلاق و حاکم مطلق العنان و حاکم کائنات منجملہ شے کائنات وہ مالک الملک وہ مالک زندگی اور موت وہ مالک جسم و جان وہ مالک زوال و کمال وہ مالک رزق و روزی وہ مالک صحت و تندرستی اُس کے سوا نہ کوئی الٰہ نہ کوئی معبود نہ کوئی قابل پرستش نہ کوئی لائق اطاعت نہ کوئی وجہ وفاداری کوئی نظام کوئی قانون کوئی دستورِ حیات کوئی ضابطہ زندگی کوئی راہ عمل کوئی راہ گذر نہ کوئی اُس کے سوا مقرر کرنے والا ہے - نہ دینے والا ہے نہ مطالبہ عمل کرنے والا ہے - کوئی اُس کے سوا عبودیت و محبت کے قابل نہیں - رکوع و سجود کے لائق نہیں - دعائیں سننے والا نہیں مشکلات کو دور کرنے والا نہیں مصائب سے نجات دینے والا نہیں عزت دینے والا نہیں ذلت سے بچانے والا نہیں کمال سے آشنا کرنے والا نہیں زوال سے پناہ دینے والا نہیں روزی میں کمی بیشی کرنے والا نہیں توفیق ایمان توفیق ہدایت توفیق اطاعت دینے والا نہیں - آخرت میں نجات دینے والا نہیں - عفو و درگذر سے کام لینے والا نہیں اُس کی جناب

ہیں اُس کی اجازت کے بلا نہ کوئی سفارشی نہ شفاعت کنندہ امر اُس کا ، نہی اُس کی معروفات اُس کے معروفات منکرات اُس کے منکرات مرضی اُس کی مرضی مشیت اُس کی مشیت ارادہ اُس کا ارادہ فیصلہ اُس کا فیصلہ وہی نافع وہی قہار وہی رحمان وہی رحیم وہی قادر وہی قدیر وہی مقتدر وہی حنان وہی منّان وہی کریم وہی وہاب وہی سراسر حق وسلامتی کا السلام وہی امن کا المومن وہی وکیل وہی کفیل وہی قریب وہی مجیب وہی عظیم وہی جلیل وہی ذی الطول وہی عزیز وہی قوی وہی متین وہی علیم وہی حکیم وہی غنی وہی صمد کہ سب اُس کے محتاج وہی مستعان کہ اُس کے سوا کوئی مستعان نہیں وہی غفور وہی غفار وہی غافر کہ اُس کے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں درگذر سے کام لینے والا نہیں وہی باقی کہ ہر شئے اُس کے سوا فانی وہی واحد وہی ماجد وہی مجید کہ اُس کے سوا کوئی عظیم نہیں جلیل نہیں بزرگ نہیں بزرگ تر نہیں بالا نہیں بالاتر نہیں نہ کمال میں نہ شرف میں نہ عزت میں نہ منزلت میں نہ جاہ میں نہ جلال میں نہ شاہی میں نہ بادشاہی میں نہ ذات میں نہ صفات میں۔ اس کے سوا کوئی قدوس نہیں نہ قدس میں نہ پاکی میں نہ پاکیزگی میں پس اُس کے سوا نہ کسی کے لئے عبادت ہے نہ اطاعت ہے۔ نہ دعا ہے نہ پکار ہے نہ رکوع ہے نہ سجود ہے۔ نہ عزت ہے نہ محبت ہے۔ نہ نماز ہے نہ قربانی ہے۔ نہ ذکر ہے نہ فکر ہے۔ نہ شوق ہے نہ ذوق ہے بس سب کچھ اُس کے لئے ہے۔ اللہ ہو بس باقی ہوس۔

ایمان بالرسالت

ایمان بالرسالت کا مفہوم اور تقاضا یہ ہے۔ کہ اجمالی طور پر تو آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام گروہ انبیاء و رسل پر ایمان ہو کہ وہ خالق کائنات کے مامور تھے فرستادے تھے۔ نبی تھے پیغمبر تھے لیکن جہاں تک آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے۔ یہ ایمان ہو کہ آپ خدا کے آخری رسول خاتم النبیین وحی خداوندی کے ترجمان خدا کے فرستادے اور نمائندے مستند اور مجاز ہیں حقیقت میں کہ آپکی ذات گرامی قیامت تک کے انسانوں کے لئے مطاع ہے۔ ایک ایسے مطاع کی جس کی اطاعت اور اتباع اطاعت و اتباعِ خداوندی ہے۔ جس کا ہر قول فعل عمل تقریر پوری اُمت کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ جو دے دے وہ لے لو جس بات سے اُس نے روکا ہو اُس سے رُک

جاؤ۔ اُس کی زندگی کو اپنی زندگی کا زیادہ سے زیادہ نقش اول و آخر اُس کا اسوۂ حسنہ زندگی کے تمام تر معاملات میں مشعل راہ راہ عمل زاد عمل اُس کے طعام وکلام سے لے کر بین الاقوامی بین الانسانی معاملات تک ایک ایک جزو پر اتباع معہ محبت دنیا و آخرت میں تمہارے لئے موجب نجات موجب مغفرت موجب رضائے خداوندی ہے اس کے سوا دین میں کوئی سند نہیں کوئی اتھارٹی نہیں کہ جس کی اطاعت بلا چون وچرا ہو اُس کے مقابلہ میں کسی عقل کسی بحث کسی رائے کسی تلاش حکمت یا رائے تنقید کی اجازت نہیں ہے ۔ اُس کی ساری زندگی اس کی سیرت کان خلقہ القرآن ہے ۔ ایک ایک امتی کی زندگی اس کی زندگی کے مطابق ہونی چاہیے ۔ جو اُس کا عمل ہے ۔ جو اُس کا فعل ہے ۔ جو اُس کا کام ہے ۔ جو اور جن امور میں اُس کے فیصلے ہیں ۔ جو اور جیسی اسکی کیفیت عبادات تھیں ۔ کیفیت معاملات تھیں کیفیت اخلاق تھیں ۔ کیفیت ظاہری سے تھیں کیفیت باطنی تھیں ۔ ان کا زیادہ سے زیادہ پرتو ہر امتی میں ہر امتی کی زندگی میں ہونا چاہیئے ۔ وہ اپنی زندگی میں جس طرح سے مرکز ملت تھا اب بھی ہے ۔ اور قیامت تک ہے ۔ اعتزال جدید کا یہ نظریہ کہ وہ محض ایک پوسٹ مین ہے ڈاکیہ ہے ۔ جو خدا کی طرف سے ایک کتاب ہمیں لا کر دے گیا ہے ۔ اور اب حسبنا کتاب اللہ محض ایک بیہودہ لا طائل لچرا ور ملحدانہ نظریہ ہے ۔ جو دیوار سے مار دینے کے لائق ہے وہ محض کوئی لیڈر نہیں تھا پیشوا نہیں تھا ۔ وقتی قائد نہیں تھا ۔ ہنگامی راہ نما نہیں تھا ۔ وہ قیامت تک کی نوع انسانی کے لئے خدا کا رسول ہے نبی ہے پیغمبر ہے پیغام بر ہے ۔ مطاع ہے ۔ متبوع ہے ۔ اس کی دعوت اُسکی سنت اس کا دین قیامت تک کے انسانوں کے لئے دعوت ہے سنت ہے ۔ دین ہے ۔

ایمان بالکتاب

ایمان بالکتاب کا مفہوم اور تقاضا یہ ہے ۔ کہ یہ خالق کائنات کا آخری مستند ناقابل ترمیم و تنسیخ ایڈیشن دستور حیات نظام زندگی کی صورت میں قرآن مجید کی شکل میں برائے اطاعت ہے ۔ پوری زندگی کے مسائل خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ہوں یا وقتی ہوں ، بین الاقوامی ہوں انسانی ہوں ۔ بین الانسانی ہوں معاشی ہوں معاشرتی ہوں سیاسی ہوں عمرانی ہوں عبادات

سے متعلق ہوں معاملات سے متعلق ہوں عملی ہوں علمی ہوں غرضیکہ انسانی زندگی کے کسی نوع سے بھی متعلق ہوں اُن سب میں یہ کتاب راہ نما ہے پیشوا ہے۔ حرف اول ہے حرف آخر ہے۔ معروف اس کا معروف منکر اس کا منکر حکم اس کا حکم فرمان اس کا فرمان قانون اس کا قانون انسانی زندگی کے لئے مکمل ضابطہ حیات طرز فکر طرز عمل کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں کسی ایک دور کے لئے نہیں کسی ایک گوشۂ زندگی کے لئے نہیں۔ ہر دور کے لئے ہر عہد کے لئے زندگی کے تمامتر گوشوں شعبوں حصوں کے لئے قیامت کے لئے پوری نوع بشری کے لئے ایک کامل مکمل جامع مانع دستور زندگی منشور زندگی منجانب خالق کائنات ہے کوئی جنتر منتر اور تعویذ گنڈے کی کتاب نہیں کوئی بھوت پریت بھگانے کی کتاب نہیں کوئی عدلیہ غیر عدلیہ میں قسم کھانے کی کتاب کوئی نہیں ——— بوعلی سینا کی القانون نہیں محض تلاوت برائے حصول ثواب ایصال ثواب نہیں۔

یہ انسانی زندگی میں درجہ انقلاب کی الکتاب ہے۔ جس انقلاب کی بنیاد اور اساس حاکمیت خداوندی پر ہے۔ وہ حاکمیت خداوندی جو تکوینی طور پر تو پوری کائنات پر قائم ہے تشریعی طور پر قرآنی معاشرہ پر قائم ہوتی ہے جو ایک فرد کی زندگی کا اگر انقلاب ہے تو ایک معاشرہ کا بھی انقلاب ہے ایک ریاست کا بھی انقلاب ہے اور بالآخر پوری دنیا کا انقلاب ہے اور یہ وہ انقلاب ہے جو خالق انس وجان خالق کائنات کے نزدیک مطلوب ومقصود ہے۔

ایمان بالملائکہ فرشتوں یعنی ملائکہ پر ایمان کا مفہوم اور تقاضا یہ ہے۔ کہ وہ خدا کی معصوم مخلوق ذی روح ذی شعور ذی وجود ہے جو کلام انہوں نے خدا کے حکم سے خدا کے رسولوں اور نبیوں تک پہنچایا۔ بلاکم وکاست ہے۔ بلاکمی بیشی ہے۔ بلاکھوٹ ملاوٹ ہے۔ وہ ہمارے اعمال کے کاتبین ہیں۔ نگران ہیں محافظ ہیں۔

ایمان بالآخرة ایمان بالآخرت کا مفہوم محض یہ نہیں ہے۔ کہ وہ ایک دن قیامت کا ہے۔ حشر کا ہے۔ نشر کا ہے۔ انسانوں کے اجتماع کا ہے۔ انسانوں کے مجمع کا ہے۔ برخلاف ازیں قلب مومن میں یہ عقیدہ ہمہ وقت

زندگی کے ہر ہر موڑ پہ گذر گاہ پر زندہ تابندہ پائندہ موجود رہنا چاہیئے - کہ وہ ایک ایک انسان ایک ایک گروہ انسانی کے یوم حساب کا دن ہے - انسانی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے جلی خفی نظری عملی علمی فعلی کام انجام کا یوم احتساب ہے - جس میں ایک ایک فرد ایک ایک قوم پوری نوع انسانی کے تمام اعمال افعال نظریات جو حیات فانی میں ظہور ہوئے ـــ باقاعدہ ایک نظام عدلیہ ایک نظام قانونی ایک نظام شہادت ایک نظام عدل کے ساتھ زیر بحث آئیں گے - اور اس کے نتیجہ میں جو صورت سامنے آئے گی - وہ جنتی ہو گی یا جہنمی - وہاں کوئی حسب ونسب کوئی خاندان وقبیلہ کسی رسول کا امتی ہونے یا نہ ہونے کوئی علم کوئی عقل کوئی ثروت کوئی جاہ کوئی جلال کوئی کمال کوئی ہدیہ کوئی بدلہ کوئی سعی کوئی سفارش کوئی شفاعت (اِلَّا بِاِذْنِ اللہ) کام نہیں آئے گی - جو فیصلہ ہو گا بے لاگ ہو گا بے دریغ ہو گا - بے لچک ہو گا -

عمل صالح عمل صالح کی مختصر تعریف یہ ہے کہ ہر وہ عمل عمل صالح ہے - جس میں دو شرطیں موجود ہوں اگر ایک بھی نہ ہوئی تو وہ عمل صالح نہیں ہو گا - پہلی شرط یہ ہے کہ جو کام کیا جا رہا ہے - وہ قانون خدا کے مطابق ہو جب کہ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ محض رضائے خداوندی کے لئے ہو مثال کے طور پر نماز ایک امر دینی ہے - لیکن اگر قانون خدا کے مطابق ادا نہیں کی گئی - مثلاً اگر ایک نمازی یہ سمجھ لے کہ سجدہ باعث تقرب خداوندی ہے - اور فی الواقعہ ہے - اور یہ سوچ کر ایک رکعت میں تین سجدے کرے - تو اس سوچ سے اس عمل سے نماز باطل ہی نہیں ضائع ہو جائے گی - بجائے تقرب کے الٹا دوری اور بجائے ثواب کے الٹا عذاب کا موجب ہو گی - دوسری صورت میں اگر کوئی نماز اس لئے ادا کرتا ہے - کہ موجب شہرت موجب عزت موجب مقبولیت عامۃ الخلائق ہو یا صحت کے لئے ایک مفید ورزش ہے - (گویا جذبہ محرک رضائے خداوندی نہیں ہے) تو ایسی نماز بھی باطل ہی نہیں ضائع ہو جائے گی - برخلاف ازیں خالص وہ کام جنہیں دنیاوی کام سمجھا جاتا ہے - مثلاً معاش معیشت معاشرت، سیاست انداز حکمرانی طرز بود وماند اکل وشرب رفتار وگفتار نشست

وبرخواست سلام وکلام پوشاک ولباس علم وفن، تہذیب وتمدن کلچر وثقافت ادب وصحافت اگران تمام امور واطوار میں قانون خدا اور رضائے خداوندی کو ملحوظ رکھا جائے۔ تو ان میں سے ہر کام عمل صالح ہوگا۔ عبادت ہوگا موجب اجر ہوگا۔

تواصوابالحق تواصوابالحق کے معنی وصیت کرنا نصیحت کرنا تاکید کرنا ترغیب دلانا۔ زبان سے ہاتھ سے قوت تنفیذ سے کہ جس حق کو آدمی نے پالیا ہے۔ اپنالیا ہے۔ اُس حق کو لازم نہیں متعدّی کی شکل دے۔ اُس حق کو ایک ایک فرد تک منتقل کرنے کی کوشش کرے۔ زور بیان سے لسان سے زورکلام سے اور اگر قوت موجود ہو تو زور قانون سے زورِ تنفیذ سے۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کے بعد اس امت کی ڈیوٹی ہے۔ مشن ہے۔ جو قیامت تک جاری رہنا چاہیئے۔

تواصوابالصبر تواصوابالصبر کا مقام تواصوابالحق کے بعد کا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ جب اُس حق، جو الحق ہے۔ جو حقِ خداوندی ہے۔ جو حق رسالت ونبوت ہے جو حقِ اسلام ہے جو حقِ دین ہے۔ جو حقِ ہدیٰ ہے۔ الہدیٰ ہے۔ کے قیام ونفاذ کے لئے جدوجہد کی جائے گی۔ اُس کے لئے مجاہدہ کیا جائے گا۔ تو باطل کی یہ عین فطرت ہے کہ وہ حق کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کیا کرتا۔ ایسی صورت میں مجاہدین حق پر لازم ہوگا۔ کہ وہ بسلسلہ حق بسلسلہ اقامت حق اقامت دین جو شکل جو آفت جو مصیبت پیش آئے۔ بیمار معاشرہ کی طرف سے ناجائز اقتدار کی طرف سے معاندین حق کی جانب سے اُسے پوری ثبات قدمی کے ساتھ انگیز کرتے جانا صبر کہلاتا ہے۔ اور صبر ارشاد قرآنی کے مطابق بے حساب اجر کا حامل ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کو پہلے دن سے سوچ لینا چاہیئے۔ کہ یہ پھولوں کی راہ نہیں کانٹوں کی راہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں قدم قدم پر پاؤں چھلنی ہونگے۔

حرف آخر سورہ والعصر کی تابناک روشن اور روشن گر شعاعیں آج بھی مقدّر انسانی کو منوّر کرسکتی ہیں۔ ٹھیک اُسی طرح سے

جس طرح سے آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن اور قرآن کی اس سورت نے مقدرِ انسانی کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ کہ ایک ایسا معاشرہ عالمِ وجود میں آیا۔ جو ہر قسم کے استحصال سے پاک معاشرہ دنیا میں جنتی معاشرہ اور آخرت میں الجنتی معاشرہ جس پر خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول بارش کی طرح ہوا۔ زمین اور آسمان نے اپنے خزانے اگل دیئے۔ جنگلوں دریاؤں سمندروں جانوروں تک نے اطمینان کا سانس لیا۔ فرشتوں نے مرحبا و تہنیت کے گیت گائے۔ آج بھی اگر کوئی معاشرہ زندگی کا خواہش مند ہے (محض کھانے پینے اور جماع کرنے کا نام زندگی نہیں ہے)، تو اُسے قرآن اور قرآن کی تعلیمات کو صدقِ دل سے اپنانے کے لئے چودہ سو سال پیچھے زقند لگانی پڑے گی۔ بات بہت مہنگی ہے۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ افسوس ہے۔ کہ بظاہر جو صورت نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان اس کے لئے تیار ہوتا نظر نہیں آتا۔ ایمان و یقین سے تہی دست رہنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے۔ کہ مزید کئی صدیوں تک اُسے بادشاہوں شہنشاہوں قیصروں کساریٰ نوابوں تعلقہ داروں غنڈوں بدمعاشوں طالع آزما حکمرانوں کے رحم و کرم پر رہنا ہوگا۔ اور ان کے پنجۂ استحصال کے نیچے سسک سسک کر زندگی گذارنا ہوگی۔ یا کوئی وقت ایسا آجائے گا۔ کہ وہ اجتماعی خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائے۔ یا سپر پاور کے مہلک ہتھیار اُسے صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیں گے۔ اُس صورت میں ظاہر ہے کہ اس کی دُنیا تو تباہ ہوگی آخرت بھی برباد ہو کر رہ جائے گی۔

عَنِ الحَارِثِ الاشعری، قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ:

"اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ

بِالجَمَاعَةِ وَالسَّمعِ وَالطَّاعَةِ وَالهِجْرَةِ وَالجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللهِ"

(مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند احمد و جامع ترمذی)

آپ کو پریسٹر لیسڈ کنکریٹ کے معیاری

گارڈر، بلے اور سلیب وغیرہ

درکار ہوں تو وہاں تشریف لے جائیے جہاں

اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں

کا بورڈ نظر آئے

- صدر دفتر : ۶ - کوثر روڈ - اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور
  فون:- ۶۹۵۲۲ ۶۱۵۱۴
- پچیسواں کیلومیٹر - لاہور شیخوپورہ روڈ .
- جی-ٹی روڈ کٹھالہ (نزد ریلوے پھاٹک) گجرات
- پچیسواں کلومیٹر شیخوپورہ روڈ - فیصل آباد -
- فیروز پور روڈ - نزد جامعہ اشرفیہ - لاہور - فون :- ۴۱۳۵۶۹
- شیخوپورہ روڈ - نزد نیشنل ہوزری فیصل آباد - فون :- ۵۰۶۲۶
- جی-ٹی روڈ - مریدکے - فون : ۷۰۰۳۸۹
- جی-ٹی روڈ - سرائے عالمگیر
- جی-ٹی رود - سواں کیمپ - راولپنڈی = فون :- ۶۸۱۲۷
- ڈی-۸۷۶ فریدٹاؤن ساہیوال = فون :- ۳۳۸۲

[illegible] مختار سنز گروپ آف کمپنیز

قاری نصیر احمد غزنوی

قسط (۷)

اظہارِ حق

قادیانیت اپنے لٹریچر کے آئینے میں

(گذشتہ سے پیوستہ)

مزید الہامات

الہام واحبائک کانبیاءِ بنی اسرائیل (ترجمہ) اور تیرے خاص دوست بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔ (تذکرہ صـ۴۰۸)

سـ۱۸۸۲ء ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ۔ آج حاجی ارباب محمد خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔ (تذکرہ صـ۵۷)

پھر ۱۰ ستمبر ۱۸۸۳ء کو تاکیدی طور پر سہ بارہ الہام ہوا کہ بست ویک روپیہ آئے ہیں۔ (تذکرہ صـ۱۱۰)

ایک دفعہ یہ الہام ہوا ہے بست ویک روپیہ آئے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ (تذکرہ صـ۱۱۱)

الہام: ایک دفعہ کشفی طور پر للعہ للعہ ۴۲ یا للعہ ۴۶ روپیہ مجھے دکھلائے گئے۔ پھر اُردو میں یہ الہام ہوا۔ ماجھے خان کا بیٹا شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجنے والے ہیں یعنی دس دن کے بعد روپیہ آئے گا خدا کی مدد نزدیک ہے۔ (تریاق القلوب صـ۲۹۵)

۱۸۸۱/۴/۲ اکتوبر سے قبل۔ یہ الہام ہوا۔ اگر تمام لوگ منہ پھیر لیں۔ تو میں زمین کے نیچے سے یا آسمان کے اوپر سے مدد کرسکتا ہوں۔ (تذکرہ صـ۱۱۲)

۱۸۸۳ء دسمبر۔ الہام: پرتیس۔ عمر۔ براطوس یا بلاطوس (تذکرہ صہ ۱۱۵)
۱۸۸۴ء تخمیناً فروری۔ الہام ہُوا: پاکس ہو جائے گا۔ (تذکرہ صہ ۱۲۰)
۱۸۸۴ء۔ الہام ہُوا: کھل جائیں گے۔ (تذکرہ صہ ۱۲۱)
۱۸۸۴ء۔ مجھ کو الہام ہُوا: کچھ عرصہ کے لیے یہ روک اُٹھا دی جائے گی اور ان کو اس غم سے نجات دی جائے گی۔ (تذکرہ صہ ۱۲۱)
۱۸۸۶ء۔ یہ الہام ہُوا: دشمن کا بھی خوب وار نکلا۔ تِس پر بھی وہ وار پار نکلا۔
(تذکرہ صہ ۱۲۴)
۱۸۸۷ء۔ یہ الہام ہُوا: اس سفر میں تمہارا اور تمہارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا۔
(رفیق کی چادر اور مرزا صاحب کا رومال گم ہو گیا تھا۔) (تذکرہ صہ ۱۴۹)
۱۸۹۱ء۔ قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہُوا کہ: اُخْرِجَ مِنْهُ الْيَزِيدِيُّوْنَ۔
یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کیے گئے ہیں۔ (تذکرہ صہ ۱۷۶)
۱۸۹۱ء۔ الہام ہُوا کہ: میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔
(تذکرہ صہ ۱۷۷)

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء۔ الہام: ۲۸-۲۷-۱۴-۲-۲۶-۲-۲۸-۱-۲۴-۱۵-۱-
(نموناً) اسی طرح کے عدد پانچ سطروں میں لکھے ہوئے ہیں) (تذکرہ صہ ۱۹۵)
الہام ہُوا: مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت اور ملامت خلق۔ (تذکرہ صہ ۳۰۸)
۱۸۹۸ء۔ ۱۱ جنوری۔ الہام: کون کہہ سکتا ہے، اے بجلی! آسمان سے مت گر۔
(تذکرہ صہ ۳۱۳)
۱۸۹۹ء۔ ۲۷ اگست۔ مجھ کو اپنی نسبت یہ الہام ہُوا: خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھا دے اور آفاق میں تیرے نام کی خوب چمک دکھاوے۔ آسمان سے کئی تخت اُترے۔ مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا۔ دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی۔ (تذکرہ صہ ۳۳۹)
۱۹۰۰ء۔ ۱۳ دسمبر۔ پھر وحی ہوئی: لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع

دی جاوے ۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا سب مولوی
ننگے ہوجائیں گے اَنَا اللّٰہُ ذُو الْمَنِّ ۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ [۱]
(تذکرہ صہ ۴۰۲)

۱۹۰۱ء ۔ ۲۲ر اگست ۔ فرمایا ۔ تقویٰ کے مضمون پر ہم کچھ شعر لکھ رہے تھے ۔ اس میں
ایک مصرعہ الہامی درج ہوا ۔ وہ شعر یہ ہے :

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے   اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

دوسرا مصرعہ الہامی ہے ۔ (تذکرہ صہ ۴۰۹)

۱۹۰۲ء ۔ فرمایا مجھے ایک بار الہام ہوا تھا کہ ۔ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدے
کے مطابق ۔ (تذکرہ صہ ۴۳۱)

۱۹۰۲ء ۔ ۲۷ر اکتوبر الہام : نتیجہ خلاف مراد ہوا یا نکلا ۔ آخر کا لفظ ٹھیک یاد نہیں ۔
اور یہ بھی پختہ پتہ نہیں کہ یہ الہام کس امر کے متعلق ہے ۔ (تذکرہ صہ ۴۴۷)

۱۹۰۳ء ۔ ۱۹ر مئی ۔ طبیعت وحی کی طرف منتقل ہوئی اور الہام ہوا ۔ مجموعۂ فتوحات ۔
(تذکرہ صہ ۴۷۲)

۱۹۰۳ء ۔ ۵ر ستمبر ۔ مجھے یہ وحی الٰہی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا (تذکرہ صہ ۴۸۴)

۱۹۰۳ء ۔ ۲۱ ۔ الہام ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں ۔
(تذکرہ صہ ۴۸۵)

۱۹۰۳ء ۔ ۴ر دسمبر مطابق ۱۴ر رمضان جب یہ توجہ کی گئی کہ حمل والدہ محمود نکالنا بہتر ہے
یا نہیں ۔ تو اس وقت بوقت قریب اڑھائی بجے رات کے یہ الہام ہوا :
وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ ۔ بَلَاءٌ وَ اَنْوَار اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰن
ثم انی انا الرحمٰن ۔ خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود ۔ خوش باش کہ
عاقبت نکو خواہد بود ۔ بستر عیش ۔ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نکالنے والا ہے جو کچھ
تم چھپاتے ہو ۔ آزمائش اور انوار ۔ میں رحمٰن خدا ہوں ۔ پھر میں کہتا ہوں کہ میں
خدا ہوں ۔ خوش ہو کہ انجام نیک ہوگا ۔ (پہلی آیت قرآن کی ہے ۔ بستر عیش کا

---

[۱] میں اللہ ہوں بہت احسان کرنے والا ۔ میں یقیناً اپنے رسول کی مدد کے لیے کھڑا ہوں گا

ترجمہ نہیں کیا گیا۔ نصیر احمد) (تذکرہ صہ ۴۹۹)

۱۹۰۴ء - ۱۹ اپریل - فرمایا کہ میں اپنی جماعت کے لیے اور پھر قادیان کے لیے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا:
(۱) زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں۔
(۲) فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا۔ (ترجمہ) پس پیس ڈالا ان کو خوب پیس ڈالنا۔
(تذکرہ صہ ۵۰۹)

۱۹۰۵ء - ۱۸ جنوری - صبح کے پانچ بج چکے تھے کچھ منٹ اُوپر تھی۔ الہام:
چولکا دینے والی خبر۔ (تذکرہ صہ ۵۲۳)

۱۹۰۵ء - ۲۰ مارچ - الہام - شکار مرگ۔ (تذکرہ صہ ۵۳۰)

۱۹۰۵ء - ۱۸ اپریل - یہ وحی نازل ہوئی۔ ہے سر راہ پر تمہارے وہ جو ہے مولا کریم۔
(تذکرہ صہ ۵۴۰)

۱۹۰۵ء - ۱۰ جون کو فرمایا۔ دو تین دن ہوئے الہام ہوا تھا۔ الہام: مضر صحت۔
(تذکرہ صہ ۵۵۴)

۱۹۰۵ء - ۱۵ جون - الہام - اس کا غوث محمد نام رکھا گیا - دوسرا الہام - ۱۲ جون
اس پر آفت پڑی - آفت پڑی۔ (تذکرہ صہ ۵۵۵)

۱۹۰۵ء - ۲۹ جولائی - فرمایا آج اللہ تعالیٰ نے میرا ایک اور نام رکھا ہے جو پہلے کبھی شنا بھی نہیں۔ تھوڑی سی غنودگی ہوا اور الہام ہوا۔ الہام: محمد مفلح۔
(تذکرہ صہ ۵۵۷)

۱۹۰۵ء - ۲۹ اگست - الہام: اے عمارت مفت میں تو تھک گئی۔ (تذکرہ صہ ۵۵۹)

۱۹۰۵ء - ۲ ستمبر - الہام: اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا۔ (تذکرہ صہ ۵۶۳)

۱۹۰۵ء - ۸ ستمبر - الہام: (۲) کفن میں لپٹا گیا (ترجمہ) جب آسمان سے فوجیں اور زہر آئیں گے۔ (تذکرہ صہ ۵۶۴)

۱۹۰۵ء - ۱۲ اکتوبر - الہام: ہمارا رستہ دے دو۔ (تذکرہ صہ ۵۶۴)

۱۹۰۶ء - ۱۱ جنوری - الہام: (۱) کرنسی نوٹ (۲) دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا۔ (تذکرہ صہ ۵۹۴)

۱۹۰۶ء - ۲۸ - ۲۹ اپریل - تیری خوش زندگی کا سامان ہو گیا (۲) دشمن کا بھی ایک وار نکلا۔ (تذکرہ صـ۶۱۲)

۱۹۰۶ - ۵ مئی - الہام: یہ میری کتاب ہے اس کو کوئی ہاتھ نہ لگاوے - مگر وہی جو میرے خاص خدمت گار ہیں - اَللّٰہُ یُعْلِیْنَا وَلَا نُعْلٰی (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ہمیں اونچا کرے گا ہم نیچے نہیں کیے جائیں گے۔ (تذکرہ صـ۶۱۲ و صـ۶۱۳)

۱۹۰۶ء - ۵ مئی - الہام: پھر بہار آئی، تو آئے ثلج کے آنے کے دن - (تذکرہ صـ۶۱۳)

۱۹۰۶ء - ۷ - ۱۱ مئی - الہام: کلیسا کی طاقت کا نسخہ (۲) کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں۔ (تذکرہ صـ۶۱۵)

۱۹۰۶ء - ۱۸ مئی - الہام: زندگی کے آثار - وحی = آثار زندگی - (تذکرہ صـ۶۱۶)

۱۹۰۶ء - ۱۹ جون - الہام: (۱) کلمۃ العزیز (۲) کلمۃ اللہ خان (۳) وارڈ (۴) بشیر الدولہ (۵) شادی خان (۶) عالم کباب (۷) ناصر الدین (۸) فاتح الدین۔ (۹) ھٰذا یَوْمٌ مُّبَارَک - (تذکرہ صـ۶۲۶، صـ۶۲۷)

۱۹۰۶ء - ۱۰ جولائی - الہام: دیکھ میں آسمان سے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے - (تذکرہ صـ۶۲۷)

الہام: خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا - (تذکرہ صـ۶۵۲)

۱۹۰۶ء - ۳۰ جولائی - الہام: ایک دم میں دم رخصت ہوا (مرزا صاحب فرماتے ہیں یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا ہے -) (تذکرہ صـ۶۶۶)

۱۹۰۶ء - ۸ ستمبر - الہام: (۱) لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے - شیر خدا نے ان کو پکڑا - اور شیر خدا نے فتح پائی - (۲) امین الملک جے سنگھ بہادر - (تذکرہ صـ۶۶۲)

۱۹۰۶ء - ۲۴ ستمبر - الہام: (الف) موت تیراں ماہ حال کو - (ب) بعد میں فرمایا کہ سرعت الہام کے سبب بعض دفعہ ٹھیک الفاظ یاد نہیں رہتے اس واسطے تیراں کا لفظ تھا یا تیئیس کا یا بائیس کا - (تذکرہ صـ۶۶۵)

۱۹۰۷ء - ۹ فروری - الہام: (۴) اُمید بھاری (۵) ہر ایک مکان سے خیر دعا ہے (تذکرہ صـ۶۹۳)

۱۹۰۷ء- ۹ر فروری- الہام : زندگی بآرام ہوجانا پہلی زندگی سے- (تذکرہ صـ۶۹۴)

۱۹۰۷ء- ۲۰ر فروری- الہام : (۲) پسپا شدہ ہجوم (۳) افسوسناک خبر آئی ہے-
(۴) بہتر ہوگا کہ اور شادی کرلیں- (تذکرہ صـ۶۹۷)

۱۹۰۷ء- ۷ر مارچ- الہام : (۱) پچیس دن (یا) پچیس دن تک-
(تذکرہ صـ۷۰۱)

۱۹۰۷ء- ۹ر مارچ- الہام : (۱) ہزار ہا آدمی تیرے پروں کے نیچے ہیں-
(تذکرہ صـ۷۰۳)

۱۹۰۷ء- ۲۸ر مارچ- الہام : میرا دشمن ہلاک ہوگیا- مُن اُ سدا لیکھا خدا نال جاپیلے
سلطان عبدالقادر- (تذکرہ صـ۷۰۹، رصـ۷۱۰)

۱۹۰۷ء- ۲۹ر مارچ- الہام : دولت اعلام بذریعہ الہام بہشتی کمرہ میں نزول ہوگا-
(تذکرہ صـ۷۱۱)

۱۹۰۷ء- ۱۲ر اپریل- الہام : یہ دو گھر ہی مرگئے- (تذکرہ صـ۷۱۶)

۱۹۰۷ء ۱۲ر جولائی- الہام : غلام احمد کی جے یعنی فتح - (تذکرہ صـ۷۲۳)

۱۹۰۷ء- ۲۰ر جولائی- الہام : (۴) الیوشی الیشن - (تذکرہ صـ۷۲۴)

۱۹۰۷ء- جولائی- الہام : ہیضہ کی آمدن ہونے والی ہے- (یہی لفظ ہیں- واللہ اعلم)

۱۹۰۷ء- ۲۷ر اگست- الہام : آج الہام ہوا : (تذکرہ صـ۷۲۵)

۱۹۰۷ء- ۲۷ر اگست- الہام : آج الہام ہوا : قبول ہوگئی- ۹ دن کا بخار ٹوٹ
گیا- (تذکرہ صـ۷۲۸)

۱۹۰۷ء- ۳۰ر ستمبر- الہام : (۴) ہر ایک حال میں تمہارے ساتھ میں ہوں- تیری
منشا کے مطابق- (تذکرہ صـ۷۳۲)

۱۹۰۷ء- اکتوبر- الہام : آپ کے لڑکا پیدا ہوا ہے- یعنی آئندہ کسی وقت
لڑکا ـــــ پیدا ہوگا- (تذکرہ صـ۷۳۴)

۱۹۰۷ء- ۲-۷ر دسمبر- الہام : آمدن عید مبارک بادت- عید تو ہے چاہے کردیا
نہ کرو- (تذکرہ صـ۷۴۰)

۱۹۰۷ء ۲۰ر دسمبر- الہام : واللہ ! واللہ ! سیدھا ہوبا رَوَلّا- مطلب کج طبع

آدمی درست ہوگیا ہے۔ (تذکرہ صـ۴۶)

۱۹۰۸ء۔ ۹ ،فروری۔ الہام: آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا (۲) آسمان مٹھی بھر رہ گیا۔ (تذکرہ صـ۵۱)

۱۹۰۸ء۔ اپریل۔ الہام: (۲) بیمار بہت ہی چیخیں مارتا ہے (۳) ماتم کدہ۔ (۴) من هٰذه المرض یعنی من هٰذه الآفة فرمایا کہ اگرچہ اس میں بظاہر عبارت میں غلطی معلوم ہوتی ہے مگر خدا تعالیٰ اس صرف و نحو کا ماتحت نہیں۔ اور ایسی مثالیں قرآن شریف میں بھی موجود ہیں۔ (تذکرہ صـ۵۳)

الہام: پیٹی پُٹی گئی۔ صـ۸۰ یہ ہے دوائے ہمزاد (اب) حب کچلہ کونین فولاد مساوی۔ نصف سُرخ۔ الہامی ہے۔ (تذکرہ صـ۹۲)

> اس مسلسل مضمون میں طرزِ نگارش کا عامیہ، سوقیانہ اور غلیظ و رکیک انداز دراصل کذّابِ وقت آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے اس میں آئینہ کا کوئی قصور نہیں وہ تو مرزا صاحب کے اسلوبِ تحریر کو پیش کر رہا ہے۔ تقصیر دراصل تصویر کی ہے جس کی آئینہ عکاسی کر رہا ہے (ادارہ)

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

عن انسؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم

قال

لا یؤمن احدکم حتی یحبّ لاخیہ ما یحبّ لنفسہ

(رواہ البخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تم میں سے ایک شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

رشید جیولری ہاؤس

لاہور

ٹمپل روڈ — سوہا بازار

۳۰۴۳۳ — ۳۱۱۴۴ — ۶۴۴۳۳ — ۵۶۴۷۹

پروپرائٹر

اے وحید

امریکہ کا پہلا سفرِ سرما

۲۴؍ دسمبر ۱۹۸۳ء تا ۱۷؍ جنوری ۱۹۸۴ء

اسرار احمد

اگست ۷۹ء سے امریکہ کے سالانہ سفر کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ ۸۲ تک بلا ناغہ جاری رہا۔ چنانچہ جون ۸۲ تک امریکہ کے پانچ چکر لگ گئے۔ اور وہاں کے موسم کے پیشِ نظر یہ پانچوں سفر موسم گرما میں ہوئے۔ اواخر دسمبر ۸۳ء تا وسط جنوری ۸۴ء کا حالیہ سفر ایک تو اضافی تھا اور دوسرے شدید ترین سردی کے موسم میں ہوا۔ چنانچہ گذشتہ اسفار کے دوران تو 'سبز امریکہ' دیکھنے میں آیا تھا اس بار 'سفید امریکہ' کی سیر کا موقع ملا۔ اس لئے کہ ہوائی سفروں کے دوران شمالی امریکہ کے تھوڑے سے جنوبی علاقے کے سوا پورا براعظم سفید لٹھے کی ایک چادر کے مانند نظر آتا تھا جس پر یا تو شاہراہوں کی کالی لکیریں نظر آتی تھیں یا قصبات اور آبادیاں جنہوں نے اس سفید چادر پر بیل بوٹوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔

اس اضافی سفر کی تقریب یہ ہوئی کہ مئی ۸۳ء میں ہوسٹن کے بعض احباب بالخصوص خواجہ سعید الدین صاحب کا شدید اصرار ہوا تھا کہ ہمارے یہاں بھی آئیے۔ اس وقت میں نے یہ کہہ کر جان چھڑائی تھی کہ اس وقت تو میں اپنے قیام امریکہ کو مزید طول نہیں دے سکتا اس لئے کہ رمضان مبارک سے پہلے پہلے میں لازماً واپس لاہور پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ البتہ اگر آپ لوگ فرمائیں گے تو سردیوں میں ایک مختصر چکر صرف جنوبی شہروں (ہوسٹن، لاس انجلز وغیرہ) کے لئے لگا لوں گا (اس لئے کہ ان علاقوں میں سردی شدید نہیں ہوتی بلکہ موسم معتدل رہتا ہے) ——— بس اس بات کو خواجہ صاحب نے وعدہ قرار دے کر اس کے ایفاء کا مطالبہ کر دیا جس کے سامنے راقم کو ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔ میرا خیال تھا کہ یہ سفر زیادہ سے زیادہ دو ہفتے کا ہوگا لیکن وسط دسمبر ۸۳ء میں شکاگو سے رفیق محترم ڈاکٹر خورشید ملک صاحب پاکستان تشریف لے آئے اور انہوں نے شکاگو کے لئے بھی وعدہ لے لیا اگرچہ صرف دو دن کا۔ چنانچہ ۲۴؍ دسمبر کو کراچی سے روانگی کے وقت تک راقم کا مصمم ارادہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ ۱۱ جنوری تک واپس لاہور پہنچ جاؤں گا اور ۱۳؍ جنوری کا جمعہ لاہور ہی میں ادا کروں گا۔ لیکن ۲۴؍ جنوری[1] ہی کی سہ پہر کو جب نیویارک کے جان ایف کینیڈی ائرپورٹ پر برادرم الطاف احمد صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اسلامک سنٹر آف نیویارک (جس کے وہ اس سال کے صدر بھی ہیں) کے سالانہ ڈنر کے موقع پر مہمان خصوصی کے فرائض سرانجام دینے کی درخواست شدید اصرار بلکہ قدرے لجاجت

---

[1] قارئین اسے کتابت کی غلطی نہ سمجھیں۔ پاکستان اور امریکہ کے وقت کے فرق کے باعث کراچی سے نیویارک کا سفر اگرچہ ۲۴ گھنٹے سے زیادہ کا ہوتا ہے لیکن اس میں تاریخ تبدیل نہیں ہوتی اسی حقیقت کو نظر انداز کرنے کی بنا پر راقم کو (باقی اگلے صفحہ پر)

کے ساتھ پیش کر دی جس کو رد کر دینا میرے ایسے کمزور انسان کے لئے قطعاً ناممکن تھا۔ یہ ڈنر ہفتہ ۴ ؍ جنوری کو ہونے والا تھا۔ اس طرح یہ اضافی سفر دو ہفتے سے بڑھ کر ساڑھے تین ہفتوں کو محیط ہو گیا۔

اس طرح میرا امریکہ کے سفر کے ضمن میں " رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ " کا فلسفہ ایک تو اس اعتبار سے غلط ہو گیا کہ میرا خیال تھا کہ گرمیوں میں شمالی شہروں (شکاگو، ٹورنٹو وغیرہ) کا چکر لگ جائے اور سردیوں میں جنوبی علاقوں کا ـــــ تاکہ یہ دونوں سفر مختصر رہیں ـــــ اور دوسرے اس اعتبار سے بھی توقع کے برعکس ہو گیا کہ اس سال بوسٹن میں بھی قیامت کی سردی پڑی چنانچہ وہاں کے مستقل رہنے والے بھی شدید پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے۔ تا بہ دیگراں چہ رسد!

---

۲۳ ؍ اور ۲۴ ؍ کی درمیانی شب کو ایک بجے (فنی اعتبار سے ۲۴ ؍ دسمبر کو علی الصبح) میں اور رفرزندِ عزیز حافظ عاطف وحید سلمہٗ کراچی سے روانہ ہوئے۔ اور ہمارا ڈی سی ۱۰ طیارہ قاہرہ، فرینکفرٹ اور پیرس رکتا ہوا ۲۴ ؍ ہی کی سہ پہر کو چار بجے نیویارک پہنچ گیا۔ امیگریشن اور کسٹم وغیرہ سے بحمد اللہ جلد ہی فراغت ہو گئی۔ باہر آئے تو رفیق مکرم الطاف احمد صاحب بھی ملے اور محترم افتخار ملک صاحب کے صاحبزادے عزیزم عمران ملک بھی۔ پروگرام کے مطابق ہمیں سیدھے بوسٹن جانا تھا۔ اور اس کے لئے ہماری سیٹیں ایسٹرن ائرویز کی پرواز میں ریزرو تھیں جو لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹے بعد روانہ ہونے والی تھی۔ ایسٹرن ائرویز کا ٹرمینل تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ چنانچہ میرا خیال تھا کہ پیدل ہی وہاں تک چلے چلتے ہیں لیکن الطاف صاحب نے خبردار کیا کہ باہر قیامت کی سردی پڑ رہی ہے جسے آپ لوگ ہرگز برداشت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک عزیز کو گاڑی لانے کے لئے بھیجا اور واقعۃً جب ہم نے لاؤنج سے باہر نکل کر گاڑی تک چند گز کا فاصلہ طے کیا تو اتنے ہی میں جان پر بن گئی اور پورا جسم شل ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس موسم کی سرد ترین شام تھی!

بوسٹن رات کو گیارہ بجے کے لگ بھگ پہنچے تو وہاں توقع یہ تھی کہ کراچی والا موسم ہو گا۔ لیکن وہاں بھی سردی کا وہی عالم تھا۔ ائرپورٹ پر سب سے پہلے برادرم م۔ نسیم صاحب ملے (یہ جماعت اسلامی ہند کے معروف کارکنوں بلکہ رہنماؤں میں سے ہیں اور جماعت اسلامی پاکستان کے سابق امیر شیخ سلطان احمد صاحب کے برادرِ اصغر ہیں اور آج کل اسلامک سوسائٹی آف بوسٹن میں دینی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں) تھوڑی دیر بعد خواجہ سعید الدین صاحب بھی برادرم عبد الصمد صاحب کی معیت میں تشریف لے آئے۔ خواجہ صاحب نے ہمارے قیام کا بندوبست اپنے گھر پر کیا تھا لیکن برادرم نسیم صاحب کے اصرار پر طے ہوا کہ ان کے یہاں قیام رہے گا۔ نسیم صاحب اپنی گاڑی لینے گئے اور کچھ دیر ہم نے لاؤنج کے دروازے کے قریب ان کا انتظار کیا۔ اس دوران میں جب بھی کسی کے اندر آنے یا باہر جانے کے لئے لمحے بھر کے لئے دروازہ کھلتا اور باہر کی یخ بستہ ہوا کا جھونکا اندر آتا تو جان پر بن جاتی اور پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ جاتی۔ خواجہ صاحب خود بھی کسی موسم کا لحاظ کئے بغیر اپنے معمول کے کپڑوں میں چلے آئے تھے۔ لہٰذا ان پر تو مسلسل کپکپی طاری تھی ـــــ لاؤنج سے باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھنے کے لئے جو چند گز دوبارہ طے کئے گئے

(تسلسل) اپنے پہلے سفرِ امریکہ میں شدید کوفت کا سامنا ہوا تھا۔ اس لئے کہ رفیق مکرم قاضی عبد القادر صاحب نے بالٹی مور جو تار میری آمد کی اطلاع کا ارسال کیا تھا اس میں میرے وہاں پہنچنے کی تاریخ ایک دن بعد کی درج کر دی تھی، چنانچہ میں وہاں "قبل از وقت" پہنچ گیا تھا۔

تقدیمی احساس دوبارہ ہوا جو نیویارک میں ہو چکا تھا۔

یہ سفر چونکہ اصلاً ہوسٹن (ٹیکساس) کے احباب ہی کی دعوت پر ہوا تھا لہٰذا فطری طور پر اس کے دوران طویل ترین قیام وہیں رہا۔ یعنی اتوار ۲۵ دسمبر ۸۳ء سے ۴ جنوری ۸۴ء تک پورے گیارہ دن۔
ہوسٹن میں مسلم کمیونٹی کی تنظیم بہت سائنٹفک انداز پر ہے۔ چنانچہ وسط شہر میں ایک بڑا اسلامی مرکز ہے۔ جو "اسلامک سنٹر آف گریٹر ہوسٹن" کہلاتا ہے۔ مزید برآں پورے شہر کو چار سیکٹروں میں تقسیم کر کے ہر حصے میں ایک مسجد اور ایک مرکز کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور ان سب کا انتظام و انصرام بھی مرکز ہی کے تحت ہے۔ ایک اور مسجد "مَسْجِدُ دَارُ السَّلَام" کے نام سے بعض احباب نے علیحدہ انتظام کے تحت بنائی ہے جس کے روح رواں برادرم خورشید صاحب ہیں۔
۲۵ دسمبر کو اتوار تھا۔ اسلامک سنٹر میں معمول کا مطالعۂ قرآن کا پروگرام اغلباً برادرم نسیم صاحب کے ذمے تھا لیکن انہوں نے یہ ذمہ داری مجھ ہی پر ڈال دی۔ طبیعت پر اگرچہ سفر کی تکان اور اوقات کے ردّ و بدل کا بہت اثر تھا جسے جدید اصطلاح میں " JET LAG " سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مزید برآں یہ پروگرام انگریزی میں ہونا تھا جس سے میری طبیعت ویسے ہی ابا کرتی ہے۔ لیکن "قہر درویش بر جانِ درویش" جیسے تیسے نسیم صاحب کے حکم کی تعمیل کی ______ وہاں سے فارغ ہو کر پاسا ڈینا کنونشن سنٹر جانا ہوا جہاں تبلیغی جماعت کا شمالی امریکہ کا اجتماع ہو رہا تھا۔ یہ اجتماع ہفتہ کے روز سے شروع ہوا تھا اور اسے پیر کی صبح تک جاری رہنا تھا اور میں نیویارک میں دَم لئے بغیر سیدھا ہوسٹن اسی لئے آیا تھا کہ اس میں شرکت کا موقع مل جائے۔ وہاں لگ بھگ ایک ہزار اشخاص جمع تھے۔ اور تقاریر کا سلسلہ جاری تھا اور ماحول پر معمول کے مطابق گہرا دینی رنگ قائم تھا۔ وہاں پاکستان کے بہت سے احباب سے ملاقات ہوئی۔ جو نہ صرف یہ کہ نہایت تپاک سے ملے۔ بلکہ انہوں نے خود عالتِ مسافرت میں ہونے کے باوجود شرمندہ کر دینے کی حد تک خاطر تواضع کی جس سے اندازہ ہوا کہ طریق کار کے فرق کے اختلاف کے باوصف دین کے تمام خادموں کے قلوب میں ایک دوسرے کے لئے کتنی محبت اور خلوص ہو سکتا ہے ______ وہاں امریکہ کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگوں میں سے بہت سے مجھ سے واقف تھے اور نہایت محبت کے ساتھ مل رہے تھے لیکن میں دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا تھا کہ اکثر کو بالکل نہیں پہچان پا رہا تھا۔ اس ماحول میں جب دفعتہً لاس اینجلیز کے رفیق تنظیم عزیزم عدنان سنّی ملے تو نہایت خوشی ہوئی کہ ان کا دینی جذبہ انہیں وہاں بھی لے آیا تھا۔ فلوریڈا سے آئے ہوئے بعض حضرات نے اس ملاقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے یہاں آنے کی پرزور دعوت دی۔ میں نے بہت معذرت کی لیکن ان میں سے بعض بالخصوص برادرم علی جو پہلے آغا خانی تھے اور وہاں سے تائب ہو کر اہل سنّت میں شامل ہوئے ہیں اور برادرم رفیق صاحب کے محبت بھرے اصرار پر انکار ممکن نہ رہا۔ اور دو دن کا وعدہ کرتے ہی بنی (اگرچہ میں نے بعد میں فون پر گفتگو کر کے اس وعدے کی تکمیل کو اپنی آئندہ آمد تک مؤخر کرا لیا)۔
میں نے لاہور ہی سے پیشگی ہوسٹن کے احباب کو یہ لکھ دیا تھا کہ میرے جملہ دروس و خطابات اردو میں ہوں گے۔ سوائے ایک خطاب جمعہ کے۔ لیکن وہاں اتوار ہی کے روز سے مجھ پر شدید دباؤ پڑنا شروع ہو گیا کہ چونکہ بہت سے عرب، ترک اور مقامی مسلمان بھی استفادے کے خواہشمند ہیں لہٰذا جملہ پروگرام انگریزی میں ہوں ______

بہت ردّ و قدح کے بعد یہ درمیانی بات طے پائی کہ روزانہ رات کا درسِ قرآن تو اردو میں ہو لیکن خطابِ جمعہ کے ساتھ ساتھ ہفتہ اور اتوار کے تمام پروگرام بھی انگریزی میں ہوں۔

درسِ قرآن پیر ۲۶ دسمبر سے جمعہ ۳۰ دسمبر تک اور پھر پیر و منگل ۲، ۳ جنوری ۸۴ء کو روزانہ نمازِ عشاء کے بعد ہوا۔ جو کم و بیش دو گھنٹوں پر محیط ہوتا تھا۔ اور اس میں ان سات دنوں میں بحمد اللہ پوری سورۂ شوریٰ کا درس مکمل ہو گیا۔ حاضری اس شدید موسم کے باوجود نہایت حوصلہ افزا رہی۔ تعداد سے بڑھ کر یہ امر موجبِ اطمینان تھے کہ جملہ نفری نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل تھی۔ اور ایسا نہیں تھا کہ کسی روز کچھ لوگ آ گئے ہوں اور کسی روز کچھ اور ــــــ بلکہ عظیم اکثریت نہایت پابندی سے شرکت کرتی رہی۔ اور بیشتر لوگوں نے نہایت اہتمام اور انہماک کے ساتھ درس کے نوٹس تیار کئے ــــــ ایک اچھی بھلی تعداد خواتین کی بھی ہوتی تھی جو سنٹر کے وسیع و عریض ہال میں مردوں سے خاصے فاصلے پر بیٹھی ہوتی تھیں ــــــ درس کے بعد سوال جواب کی نشست رہتی تھی اور سوالات سے اندازہ ہوتا تھا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے لوگ اسے بخوبی سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ سوالات کے ذریعے فی الواقع اصل بیان کے کچھ خلاء پُر ہو جاتے تھے ــــــ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سورۂ شوریٰ کے درس کے علاوہ ہوسٹن میں حسبِ ذیل پروگرام جیسی ٹوٹی پھوٹی انگریزی مجھ سے بن آئی اُس میں ہوئے :-

۱ ۔ خطبۂ جمعہ، ہوسٹن کی مرکزی مسجد میں، حکمت و احکامِ جمعہ کے موضوع پر

۲ ۔ ہفتہ ۳۱ دسمبر کو اسی جگہ "مسلمانوں کی دینی ذمہ داریوں" کے موضوع پر خطاب جو ڈھائی گھنٹے کو محیط تھا اور اس پر مستزاد تھا سوال جواب کا گرما گرم سیشن جس میں نہایت عمدہ اور موضوع سے متعلق سوالات ہوئے

۳ ۔ اتوار یکم جنوری ۸۴ء کو پھر اسی مقام پر بعد ظہر مطالعہ قرآن کا حسبِ معمول پروگرام اور بعد ازاں "جہاد اور اس کے لوازم" کے موضوع پر دو گھنٹے کا مفصل خطاب۔

۴ ۔ اسی روز مسجد دار السلام میں مغرب اور عشاء کے مابین "اسلام میں بیعت کا تصور" کے موضوع پر خطاب اور بعد نمازِ عشاء سوال و جواب۔

۵ ۔ سوموار ۲ جنوری کو نارتھ زون سنٹر، آدل روڈ میں "حقیقتِ ایمان" کے موضوع پر تفصیلی خطاب اور سوال و جواب۔

ہوسٹن کے گیارہ روزہ قیام کے دوران تبلیغی جماعت کے اجتماع کے علاوہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ملائشیا کے نوجوانوں کی ایک تنظیم کے سالانہ کنونشن میں بھی شرکت کا موقع ملا۔ کنونشن ایک نہایت اعلیٰ ہوٹل حیات ریجنسی کے وسیع و عریض کنونشن ہال میں منعقد ہو رہی تھی اور اس میں کم و بیش دو ہزار نوجوان شریک تھے جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد بالکل مساوی معلوم ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہال کے ایک جانب طلبہ تھے اور دوسری جانب طالبات ــــــ اور دونوں طرف حاضری بالکل برابر نظر آ رہی تھی۔ نوجوانوں کی تقاریر کا معیار کچھ زیادہ بلند نہیں تھا۔ البتہ اس نشست کے مہمان مقرر ڈاکٹر احمد صقر کی تقریر بہت عمدہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف شکاگو میں رہتے ہیں۔ لہٰذا میری ان سے شناسائی پرانی ہے۔ تقریر کے دوران انہوں نے مجھے سامعین میں بیٹھے دیکھا تو تقریر میں بھی میرا تذکرہ کیا اور تقریر کے خاتمے پر والہانہ انداز میں بغل گیر ہوئے ــــــ بہر حال کنونشن سے اندازہ ہوا کہ ملائشیا میں اسلامی تحریک بڑی صحت مند اور مستحکم بنیادوں پر اٹھ رہی ہے ــــــ کنونشن میں ہماری شرکت ۲۸ دسمبر کی دوپہر کو ہوئی۔

ہوسٹن میں اس بار جن احباب سے خصوصی اور قریبی تعلق رہا ان میں سر فہرست تو جناب م نسیم ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ان کے ساتھ کامل ذہنی ہم آہنگی تو تھی ہی اس بار اندازہ ہوا کہ مزاجی مطابقت بھی پوری ہے۔ انہوں نے عزیزم عاطف وحید سلمہ کو عمر کے نمایاں فرق کے باوجود جس طرح مانوس کیا اور بالکل دوستی کا رنگ پیدا کر لیا وہ ان کا اضافی کمال ہے جس سے میں بالکل تہی دامن ہوں۔

دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ قرب ڈاکٹر محمد عطا اور ان کے مختصر سے خاندان سے رہا۔ ڈاکٹر صاحب کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے مجھ سے دو سال بعد کے فارغ التحصیل ہیں۔ الحمدللہ کہ نہ صرف وہ خود بلکہ ان کی اہلیہ ان سے بھی بڑھ کر سادگی، نیکی اور قومی و ملی سرگرمیوں میں نہایت فعال انداز میں حصہ لینے کے اعتبار سے ہوسٹن کی مسلم کمیونٹی میں بہت نمایاں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب خود اور ان سے بھی بڑھ کر ان کی اہلیہ مصر تھیں کہ ہم ان کے پاس قیام کریں۔

لیکن ایک تو چونکہ یہ مسئلہ پہلے ہی طے پا چکا تھا اور دوسرے اس سبب سے کہ ان کا قیام ہوسٹن کے مضافات میں "بے ٹاؤن" میں ہے جو اسلامک سنٹر سے کم و بیش پینتالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ لہٰذا مستقل قیام تو ان کے یہاں ممکن نہ تھا البتہ دو دن اور چار راتوں کا قیام ان کے یہاں ہو ہی گیا۔ اوّل تو ۲۶ ر کی رات کو انہوں نے دعوت کا اہتمام کیا جس میں 'الٰہی برادران' یعنی ڈاکٹر عارف الٰہی اور ڈاکٹر اسلم الٰہی بھی مدعو تھے۔ ان دونوں سے دو رشتے تو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے ناطے سے ہیں یعنی ایک یہ کہ یہ دونوں بھی اس کے گریجویٹ ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ ڈاکٹر الٰہی بخش مرحوم و مغفور کے صاحبزادے ہیں جو میرے میڈیکل کالج کے پورے عرصۂ تعلیم کے دوران پرنسپل بھی رہے اور میڈیسن کے استاذ بھی ـــــ مزید برآں ان دونوں بھائیوں سے ایک خصوصی تعلق کالج کی یونین کے ایک انتخاب کے دوران رہا تھا جس میں اسلامی جمعیت طلبہ نے بھرپور حصہ لیا تھا اور یہ دونوں بھائی اس میں ہمارے 'حلیف' تھے ـــــ پھر ۲۸ ر دسمبر کو دوبارہ ڈاکٹر عطا صاحب کے یہاں قیام رہا۔ اس لئے کہ ۲۹ ر کو انہوں نے میرے مکمل میڈیکل معائنہ کا اہتمام کیا تھا۔ اس ضمن میں انہوں نے اپنا پورا دن لگا دیا ـــــ جس کے لئے میں ان کا ذاتی طور پر ممنون ہوں۔ آخری بار ۳ ر کی رات کو درس وغیرہ کے پورے پروگرام سے فارغ ہو کر میں ان کے ساتھ ان کے مکان پر مع سامان منتقل ہو گیا اور دو راتیں اور ۴ ر کا پورا دن ان کے یہاں کامل آرام کیا ـــــ ۴ ر کی رات کو ڈاکٹر عارف الٰہی صاحب بلانے اپنے یہاں کھانے پر مدعو کیا جس میں ڈاکٹر اقتدار بھی شریک تھے ـــــ ۵ ر کی صبح کو ڈاکٹر عطا ہی نے مجھے ہوائی اڈے پر شکاگو کے لئے SEE - OFF کیا !!!

ڈاکٹر عطا ہی کی وساطت سے ان کے برادران نسبتی لیاقت امین اور راحت امین سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی ایک روز کھانے پر مدعو کیا ـــــ اور عزیزم عاطف وحید کو شہر کی سیر کرائی ـــــ عزیزم عاطف وحید کو میں نے ایک خاندان کے ساتھ اغلباً یکم جنوری کو لاس اینجلز بھیج دیا تھا۔ یہ لوگ بذریعہ کار سیر کے لئے فلوریڈا گئے تھے اور وہاں سے واپسی کے دوران ہوسٹن رک گئے تھے اور چند دروس میں شریک رہے تھے اور اب واپس لاس اینجلز جا رہے تھے۔ وہاں سے آنعزیز بھی ۵ ر کی شام کو براہ راست بذریعہ ہوائی جہاز شکاگو آ گئے۔

ہوسٹن میں جن مزید احباب سے قریبی رابطہ قائم ہوا ان میں برادرم وسیم اختر صاحب، برادرم عبدالصمد صاحب، برادرم ثاقب صاحب، جناب ابدالی صاحب، اور برادرم محمد علی ساوردی صاحب کے نام قابل ذکر ہیں ـــــ ان میں سے وسیم اختر صاحب سے میری دور کی عزیزداری بھی ہے۔ اور وہ "تحریک مجاہدین پاکستان بیرون وطن" سے سرگرم تعلق رکھتے ہیں، ـــــ اور ثاقب صاحب سعودی عرب میں مقیم برنی برادران (ڈاکٹر شجاعت علی برنی اور جناب فرحت علی برنی) کے خالہ زاد بھائی ہیں ـــــ یہ پاکستان واپسی کا حتمی فیصلہ کر چکے ہیں اور تنظیم میں شمولیت کا بھی۔ ان

کا ارادہ تھا کہ وہ شکاگو اور نیویارک وغیرہ بھی میرے ساتھ جائیں گے لیکن کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

ہوسٹن کے اس گیارہ روزہ قیام کے نتیجے میں تنظیم اسلامی کا پہلا بیج بھی پڑ گیا اور چار احباب نے تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی۔

ہوسٹن کی یہ روداد نامکمل رہے گی اگر ایک ترک بھائی کا ذکر نہ کیا جائے۔ ان کا نام عبدالحلیم ایرکس ہے تعلیم پیشے کے اعتبار سے GEOLOGIST ہیں۔ وہ کینیڈا کے شہر ونیکوور سے تبلیغی اجتماع میں شرکت کے لئے ہوسٹن آئے تھے لیکن پھر انہوں نے میرے دروس میں شرکت کے لئے اپنے قیام کو طول دیا ——— اور پورے پروگرام میں پابندی کے ساتھ شریک رہے۔ نہایت نیک، مخلص اور دردمند مسلمان ہیں۔ انگریزی کے کتابچوں کا ایک SET انہیں ہدیہ کر دیا گیا تھا ———

شکاگو میں پانچ جنوری کی صبح کو ہوسٹن سے شکاگو پہنچا۔ اور عزیزم عاطف اسی روز لاس اینجلز سے پہنچے میرے 'استقبال' کو ایئرپورٹ پر برادرم احمد عبدالقدیر، امیر تنظیم اسلامی شکاگو کے علاوہ متعدد رفقاء موجود تھے ——— عزیزم عاطف کو شام کو عزیزم عدنان علی نے 'وصول' کیا۔ ۵ کی رات ہی کو شکاگو کے جنوبی مضافات میں ایک نئے قائم شدہ مرکز میں تقریر تھی۔ اس مرکز کے روحِ رواں ڈاکٹر فخری صاحب ہیں ——— وہاں تمام حاضری اردو سپیکنگ' خواتین وحضرات پر مشتمل تھی۔ لہٰذا اردو میں خطاب ہوا۔ شدید ترین سردی اور طوفانی کیفیت کے باوصف حاضری کافی تھی۔

۶ کو جمعہ تھا۔ خطبہ جمعہ انگریزی میں 'ڈاؤن ٹاؤن اسلامک سنٹر' میں دیا اور شام کو جناب احمد صقر صاحب کے قائم کردہ امریکن اسلامک کالج شکاگو میں "اسلام میں جہاد کا تصور" کے موضوع پر تقریر کی۔ کالج کے وسیع وعریض آڈیٹوریم میں ڈیڑھ صد کے لگ بھگ افراد جمع تھے ——— اور یہ حاضری امریکی معیار سے غیر معمولی ہے۔ تقریر کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ بھی رہا ——— اور 'اکل وشرب' کا بھی۔ یہ دونوں پروگرام انگریزی میں ہوئے۔

ہفتہ ۷ جنوری کو ایلسٹن (ELSTON) ایونیو پر واقع مسلم کمیونٹی سنٹر میں "اسلام کا جماعتی نظام" پر اردو میں مفصل تقریر ہوئی۔ یہاں بھی تقریر کے بعد سوال وجواب اور اس کے بعد 'اکل وشرب' کا سلسلہ رہا بعدازاں انجمن خدام القرآن شکاگو کی مجلس منتظمہ کا اجلاس ہوا۔

اتوار ۸ جنوری کو وِلا پارک میں 'اسلامک فاؤنڈیشن' کے زیرِ اہتمام "مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر انگریزی میں مفصل خطاب ہوا۔

سوموار ۹ جنوری کی صبح کو برادرم ڈاکٹر خورشید احمد ملک کے مکان واقع ڈاونرز گروو پر تنظیم اسلامی شکاگو کے رفقاء کا طویل اجتماع ہوا جس میں تنظیمی مسائل زیرِ بحث آئے۔

ڈاکٹر خورشید احمد ملک خود اوائل دسمبر میں پاکستان آئے تھے اور ان سے کراچی میں ملاقات ہوئی تھی اور وہیں انہوں نے شکاگو کے لئے دو دن کا وعدہ لے لیا تھا۔ پاکستان سے وہ انڈیا چلے گئے تھے اور وہاں سے ۵ یا ۶ تک ان کی شکاگو واپسی تھی لیکن انڈیا میں اپنی ایک عزیزہ کے اپریشن کی وجہ سے ان کی واپسی مؤخر ہو گئی ——— اور اب ان کی آمد ۱۳ کو متوقع تھی ——— ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کا گھر نہ صرف ہماری قیام گاہ بلکہ تنظیم کی جملہ سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

ہوسٹن میں برادرم ڈاکٹر عبدالفتاح، امیر تنظیم اسلامی ٹورنٹو نے فون پر ٹورنٹو آمد کی پرزور دعوت دی تھی۔ میں نے ابتداءً اپنی 'انکار' نہ کر سکنے کی کمزوری کے باعث ہاں کہہ دی۔ بعد میں خیال آیا کہ ہفتہ وار تعطیلات،

کے ایام تو شکاگو میں صرف ہو جائیں گے۔ دورانِ ہفتہ ٹورنٹو جانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ لہٰذا برادرم احمد عبدالقدیر صاحب کے ذریعے معذرت کر دی۔ لیکن شکاگو آکر معلوم ہوا کہ اس سے رفقائے ٹورنٹو بہت 'بددل' بلکہ 'دل گرفتہ' ہوئے۔ چنانچہ ۱۰ جنوری کو کینیڈا کے کونسلیٹ میں حاضر ہو کر ویزا حاصل کیا ـــــ اور گیارہ کی دوپہر کو برادرم احمد عبدالقدیر اور عزیزم عاطف وحید کی معیت میں ٹورنٹو جانا ہوا۔

ٹورنٹو

ٹورنٹو میں قیام صرف دو دن اور دو رات رہا۔ اور اس دوران میں تنظیم کے رفقاء ہی کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں رہیں۔ ایک رات ڈاکٹر عبدالفتاح صاحب کے مکان واقع واٹرلو میں مقامی تنظیم کے سات آٹھ رفقاء کی معیت میں بسر ہوئی۔ دوسری شب جناب صدیق جاٹ صاحب کے مکان پر بسر ہوئی اور وہاں تنظیم کے رفقاء کا بھرپور اجتماع ہوا ـــــ اور دو مزید حضرات بیعت کر کے تنظیم میں شامل ہوئے۔ بعد میں خود مجھے اندازہ ہوا کہ ٹورنٹو کی یہ مختصر ترین VISIT بھی تنظیمی اور تحریکی اعتبار سے بہت مفید ثابت ہوئی۔ یقیناً دین کے خادموں کی محض باہمی ملاقات بھی دینی اور تنظیمی دونوں اعتبارات سے بہت اہم ہے۔

نیویارک

جمعہ ۱۳ ر کی صبح کو ٹورنٹو سے نیویارک آنا ہوا ـــــ برادرم الطاف احمد صاحب کے مکان پر وضو وغیرہ کر کے سیدھے وال اسٹریٹ میں واقع مسجد جانا ہوا جہاں خطبہ جمعہ دیا ـــــ یہاں اخوان المسلمون کے بہت سے سرگرم کارکنوں سے ملنا ہوا۔ جن میں سے بعض تو اتنے قریب آگئے کہ بعد کے تمام پروگراموں میں بھی اہتمام کے ساتھ شرکت کرتے رہے۔

اسی شام کو بعد نماز مغرب فلشنگ (FLUSHING) میں واقع اسلامک سنٹر میں درس قرآن ہوا۔

ہفتہ ۱۴ ر کی دوپہر کو سٹیٹن آئی لینڈ (STATEN ISLAND) میں واقع ڈاکٹر حامد حسین قیصر صاحب کے مکان پر نشست ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کا تعلق حیدرآباد دکن سے ہے اور ان کے یہاں اس سے قبل بھی دوبار جانا ہو چکا ہے۔ ان کے یہاں اکثر حاضری حیدرآبادی حضرات کی ہوتی ہے۔ اس بار چند پاکستانی حضرات بھی شریک تھے۔ جن سے بڑی دلچسپ گفتگو رہی۔

شام کو وہ اصل تقریب تھی جس کے لئے میرا اس بار کا قیام امریکہ ایک ہفتہ بڑھ گیا تھا۔ یعنی اسلامک سنٹر کا سالانہ ڈنر۔ اس کے لئے فلشنگ کی میونسپل کارپوریشن کا ہال حاصل کیا گیا تھا۔ جو "خواتین و حضرات" سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہاں میں نے اسی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ایک مفصل تقریر "حقیقتِ جہاد" کے موضوع پر کی اور اس میں دین اور فرائضِ دینی کے جامع تصور کو بتمام و کمال پیش کرنے کی کوشش کی۔ الحمد للہ کہ اس ہنگامہ پرور ماحول میں تمام لوگوں نے نہایت توجہ اور سکون کے ساتھ پوری تقریر سنی ـــــ اور صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ بات کانوں سے گذر کر دل و دماغ میں اترتی جا رہی ہے۔ فَلِلّٰہِ الحمد !

اتوار ۱۵ ر جنوری کو نیویارک کے مضافات میں ایک بڑے اسلامی مرکز میں جانا ہوا۔ جہاں مفصل خطاب بھی ہوا۔ اور دلچسپ سوال و جواب بھی۔

پھر شکاگو

۱۵ ر کی رات کو میں اور برادرم احمد عبدالقدیر نیویارک سے شکاگو آئے۔ جہاں اسی دن ڈاکٹر خورشید ملک صاحب انڈیا سے پہنچے تھے اور شکاگو کا یہ "بارِ دگر" سفر محض ان سے ملاقات کی خاطر ہوا تھا۔

۱۶ ر کی صبح کو ان کے مکان پر برادرم عرفان احمد خان اور مولانا عبداللہ سلیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور شام کو انجمن خدام القرآن شکاگو کا باضابطہ اجلاس ہوا جس میں عہدیداروں کا نیا انتخاب ہوا۔ جس کے نتیجے میں برادرم محمد فضل

فردوسی صاحب نئے صدر مقرر ہوئے۔

واپسی ۱۷ر کی صبح کو شکاگو سے نیویارک واپسی ہوئی۔ دن میں ایک مختصر سا چکر بازار کا لگایا ـــــ شام کو پی آئی اے کے ڈی سی ۱۰ طیارے سے واپسی کا سفر شروع ہوا۔ کراچی سے نیویارک جاتے ہوئے دن لمبا ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک ہی تاریخ میں پورا سفر طے ہو جاتا ہے ـــــ واپسی میں معاملہ بالکل برعکس ہوتا ہے۔ چنانچہ تین تاریخیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یعنی ۱۷ر کی شام کو نیویارک سے روانہ ہو کر کراچی آمد ۱۹ر کو صبح چار بجے ہوئی۔ دن میں کراچی برادرم قاضی عبدالقادر صاحب کے مکان پر آرام کیا اور شام کو ساڑھے چھ بجے کراچی سے چل کر لگ بھگ آٹھ بجے لاہور پہنچ گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَيْهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ـ اٰيِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ـــــ!

اس بار امریکہ میں جہاں بھی جانا ہوا یہ سوال ضرور ہوا کہ آپ نے "وال سٹریٹ جرنل" دیکھا ہے؟ معلوم ہوا کہ مین ہیٹن کی مشہور زمانہ وال اسٹریٹ سے شائع ہونے والے اس روزنامے نے جو امریکہ کے سرمایہ داروں اور کاروباری لوگوں کے حلقے کا اہم ترین ترجمان ہے۔ اپنی یکم دسمبر ۸۳ء کی اشاعت میں ایک طویل مضمون اپنے اسٹاف رپورٹر پال گگوٹ کے قلم سے صفحۂ اوّل پر شائع کیا تھا جس میں پاکستان میں موجودہ حکومت کی نفاذِ اسلام کی مساعی اور ان کے بارے میں مختلف حلقوں کی رائے کا ذکر تھا۔ اور اس میں نہایت ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ ایک تیر سے تین شکار کئے گئے تھے۔ یعنی علماء کا استہزاء، موجودہ حکومت کا تمسخر اور خود اسلام کی تضحیک۔ اس تحریر میں میرے موقف کے ساتھ ساتھ جناب جسٹس ریٹائرڈ ڈاکٹر محمد افضل چیمہ (سابق چیئرمین اسلامی آئیڈیالوجی کونسل پاکستان)، جناب اعتزاز احسن (ایڈووکیٹ و سیاست دان) جناب اقبال جعفری (صحافی)، جناب مصلح الدین (پاکستان ٹیلیویژن) جناب انیس احمد (اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) حنا جیلانی (ایڈووکیٹ) اور ایک بے نام احمدی (قادیانی) کی آراء دی گئی تھیں ـــــ لیکن سب سے طویل ذکر بھی میرا تھا اور سب سے زیادہ نشانۂ تضحیک بھی میری ذات کو بنایا گیا تھا۔ (قارئین میثاق کے تفنن طبع کے لئے اس مضمون کے متعلقہ حصے کا فوٹو سٹیٹ اسی پرچے میں شائع کیا جا رہا ہے)

عجیب بات ہے کہ ڈیڑھ سال قبل جب میں برادرم قاضی عبدالقادر صاحب اور عزیزم عارف رشید سلمہٗ کی معیت میں لاس اینجلیز پہنچا تھا تو عین اسی دن اسی طرح کا ایک صفحۂ اوّل کا مضمون کیلیفورنیا کے سب سے بڑے روزنامے 'لاس اینجلیز ٹائمز' میں چھپا تھا۔ اور اس سے قبل اسی قسم کا ایک مضمون کینیڈا میں ٹورنٹو کے سب سے بڑے روزنامے 'ٹورنٹو سٹار' میں چھپ چکا تھا ـــــ مجھ سے اس قسم کے مضامین کے بارے میں جب بھی استفسار ہوا کہیں تو میں نے جواب میں خاموش مسکراہٹ ہی پر اکتفا کی اور کہیں تو "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا!" کو ڈھال بنایا ـــــ دل کی گہرائیوں میں میں نے اس پر بحمد اللہ کوئی تشویش محسوس نہ کی بلکہ ایک گونہ اطمینان ہی محسوس کیا کہ اس سے ایک جانب " وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا " اور دوسری جانب بلاتشبیہ " وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ " کا عکس نظر آتا ہے ـــــ فللہ الحمد والمنۃ

استدراک، وطن میں شب و روز

امریکہ میں چوبیس روزہ قیام کے دوران مصروفیات کا جو عالم رہا وہ تو تحریر بالا میں سامنے آ گیا۔ اب ذرا اندرونِ پاکستان دعوتی دوروں اور دروس و خطابات کے طوفانی انداز کی ایک جھلک کے طور پر ۲۰ جنوری ۸۶ء (امریکہ سے واپسی ۱۹ کو ہوئی تھی) سے ۱۹ فروری ۸۶ء تک ایک ماہ کے پروگرام کا خلاصہ ملاحظہ فرما لیا جائے:

۲۰ جنوری۔ جمعہ ● خطاب جمعہ مسجد دارالسلام ● درسِ قرآن اجتماعِ عمومی تنظیم اسلامی لاہور، قرآن اکیڈمی، بعد نمازِ مغرب ——— سورۂ جن (مکمل)

۲۱ جنوری۔ ہفتہ ● لاہور تا کراچی بذریعہ پی آئی اے ● ملاقات ڈاکٹر سید سلمان ندوی خلف الرشید مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۲ جنوری۔ اتوار ● تقریر سیرت النبیؐ: سندھ میڈیکل کالج۔ کراچی، دوپہر،
● خطاب و سوال و جواب بر مکان کیپٹن عبدالکریم صاحب، ڈیفنس سوسائٹی، عصر تا عشاء

۲۳ جنوری۔ پیر ● مولانا سید صباح الدین عبدالرحمٰن (دارالمصنفین، انڈیا) اور برادرم زبیر عمر صدیقی (سعودی عربیہ) اور برادرم یونس علی (از مصر) سے ملاقاتیں۔

۲۶ جنوری۔ جمعرات ● اجلاس مرکزی مجلسِ مشاورت، تنظیم اسلامی۔

۲۷ جنوری۔ جمعہ ● خطاب مرکزی جامع مسجد، سٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ۔
● رات کو پھر اجلاس مرکزی مجلس مشاورت۔

۲ فروری۔ جمعرات ● خطبہ نکاح دخترِ نیک اختر مسٹر رشید گارڈی، بعد عصر۔
● شرکت اجتماعِ خصوصی، رفقائے تنظیم اسلامی لاہور (شمالی) بعد عشاء۔

۳ فروری۔ جمعہ ● خطاب جمعہ، مسجد دارالسلام۔
● درسِ قرآن اجتماعِ عمومی، تنظیم اسلامی لاہور، قرآن اکیڈمی، بعد نماز مغرب، سورۂ مزمل (مکمل)

۴ فروری۔ ہفتہ ● بعد مغرب، خطاب "عظمتِ قرآن" "عربی کلاس"، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری۔
● شرکت اجتماع خصوصی رفقائے تنظیم اسلامی لاہور (وسطی) بعد عشاء۔

۵ فروری۔ اتوار ● خطاب پی ٹی سی فیکٹری جہلم، عصر تا مغرب، مغرب تا عشاء۔

۶ فروری۔ پیر ● درسِ قرآن، کمیونٹی سنٹر، اسلام آباد۔ سورۂ تغابن (مکمل)، پورے تین گھنٹے۔

۷ فروری۔ منگل ● سہ پہر اجتماع رفقائے تنظیم اسلامی راولپنڈی / اسلام آباد
● بعد نماز عشاء، خطاب انجینئرنگ کالج ٹیکسلا۔
(رات کے بارہ بجے ٹیکسلا سے روانہ ہو کر پونے تین بجے کوہاٹ پہنچے۔ وہاں برادرم ڈاکٹر مطیع اللہ شاہ کے مکان پر چند گھنٹے قیام کے بعد سیدھے بنوں)۔

۸ار فروری۔ بدھ ● ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے دوپہر خطاب بار ایسوسی ایشن، بتّوں۔
● بعد ظہر، خطاب "عظمتِ قرآن" جامعہ علوم شرعیہ، "
● بعد عشاء مفصل خطاب جامع مسجد، ٹانچی بازار "
۹ار فروری۔ جمعرات ● بعد فجر درسِ قرآن جامع مسجد، ٹانچی بازار "
● نو بجے روانہ ہو کر سوا تین سو میل کا سفر طے کر کے رات کو واپسی لاہور
۱۰ار فروری۔ جمعہ ● خطاب جمعہ، مسجد دارالسلام ● بعد مغرب تقریر قرآن کانفرنس، مسجد شانِ اسلام، گلبرگ۔
● بعد عشاء درسِ قرآن، مسجد باغ والی شاہ عالم چوک۔
۱۱ار فروری۔ ہفتہ ● تقریباً پورا دن اجتماع خصوصی رفقائے تنظیم اسلامی، لاہور۔
● بعد نماز عشاء ـــــ درس قرآن، چوک شاہ عالم مارکیٹ۔
۱۲ار فروری، اتوار ● سوا گیارہ بجے سے پونے دو بجے تک خطاب نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن (NIPA)۔
● بعد نماز درس قرآن چوک شاہ عالم مارکیٹ۔
۱۳ار فروری، پیر ● بعد مغرب شاہ عالم مارکیٹ کے تین روزہ درس قرآن کے ضمن میں سوال و جواب کی نشست
● بعد عشاء بارہ حضرات کی بیعت اور شمولیت تنظیم (بعد ازاں روانگی برائے رحیم یار خاں بذریعہ ریل)
۱۴ار فروری، منگل ● رحیم یار خاں ● گیارہ بجے خطاب بار ایسوسی ایشن اور
● بعد مغرب خطاب عام، جامع مسجد رحیم یار خاں
۱۵ار فروری۔ بدھ ● نماز فجر کے فوراً بعد رحیم آباد، جہاں سردار محمد اجمل خاں لغاری، سردار محمد امین خان لغاری اور ان کے صاحبزادگان و خواہرزادگان سے تفصیلی ملاقات رہی ـــــ وہاں سے قبل از ظہر صادق آباد۔
صادق آباد ● بعد ظہر خطاب عام، جامع مسجد تحصیل والی، اور ● بعد مغرب سوال و جواب صادق کلب، صادق آباد۔
۱۶ار فروری۔ جمعرات ● کراچی ● دوپہر کو تقریر سیرت النبیؐ، دفتر بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن۔
● بعد مغرب اجتماع خصوصی رفقائے تنظیم اسلامی، کراچی۔
۱۷ار فروری۔ جمعہ ● خطاب جمعہ، جامع مسجد میمن سوسائٹی، نزد شہید ملت روڈ، کراچی
● بعد جمعہ خطبہ نکاح دختر نیک اختر ڈاکٹر نور الٰہی صاحب، (اس پورے پروگرام میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق بھی شریک رہے!)
● بعد مغرب، اسی مقام پر درس سورۂ صف
۱۸ار فروری۔ ہفتہ ● ملاقات صوفی ریاض احمد صاحب (تبلیغی کالج۔ حب ندی روڈ) مولانا طاسین صاحب (مجلس علمی)، اور بعض دیگر احباب و رفقاء (رات کو واپسی لاہور بذریعہ پی آئی اے)
۱۹ار فروری۔ اتوار ● لاہور ● خطاب سیرت کانفرنس، اے جی آفس لاہور۔

ـــــ یہ فہرست ان اندراجات پر مبنی ہے جو میری Appointments کی ڈائری میں درج ہیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی پروگرام درج ہونے سے رہ بھی گیا ہو۔ بہر حال میں خود جب اس پر غور کرتا ہوں تو یہ ناقابلِ یقین سا نظر آنے لگتا ہے ـــــ اور اب کہ میں بڑھاپے کی سرحد میں بھی قدم رکھ چکا ہوں اور صحت بھی اکثر خراب

دیتی ہے اتنی مشقت ظاہر ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید و توفیق کے ناقابلِ برداشت ہی نہیں ناممکن ہے، میرے اطمینان کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ناگزیر بشری ضروریات کے سوا میرے اوقات کا کوئی حصہ اور میری توانائیوں اور صلاحیتوں کی کوئی رمق سوائے خدمتِ قرآن اور خدمتِ اسلام کے اور کسی کام میں صرف نہیں ہوتی ——— اور اس پر بھی ہرگز کوئی فخر نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے کہ اس نے اسی خدمت کے لئے قبول فرما لیا ہے ؎

منّت مِنہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کُنی   منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت!!

اور سب سے بڑی تمنا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ حیاتِ دنیوی کے آخری سانس تک اس خدمت کی توفیق عطا کئے رکھے۔ تاکہ کسی درجے میں ایک نسبتِ معنوی قائم ہو جائے اس کیفیت سے جو صحابہ کرامؓ کی زبانوں سے ادا ہونے والے اس شعر میں سامنے آتی ہے کہ ؎

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضاھم اجمعین ——— آمین۔

Gen. Zia led that 1977 coup, and ever since, he has had to deal with the mulavis' political demands. In Lahore on a recent Friday (the Moslem Sabbath), hundreds of the male faithful sit, cross-legged and skull-capped, under canvas awnings at the mosque of scholar Israr Ahmad. (Women and children are hidden from men in another tent.) Cross-legged himself, his gray beard touching a generous stomach, Mr. Israr bellows his message through loudspeakers: "The way to salvation is through the Koran!"

The 51-year-old Mr. Israr has more than Allah on his mind, however. Politics, for example: "Hypocrisy and duplicity are the order of the day!" he shouts, criticizing Gen. Zia's regime. And women: "Not observing *purdah* is a sin!" he roars, upholding the Koranic injunction that women cover themselves from head to toe in public.

Public-Relations Skill

His sermons are influential because in Pakistan the mosque is often the focus of public life. And modern mulavis extend that influence with astute public-relations skill of a Jerry Falwell. Outside Mr. Israr's mosque, the faithful can buy tapes of his last 300 sermons, and there are hundreds of

copies of his pamphlet, "Islamic Renaissance." Until recently Mr. Israr even impressed his orthodox views on a weekly national TV audience.

Like many mulavis these days, Mr. Israr isn't pleased with Gen. Zia's Islamization. "It is sloganism," he says in an interview. Instead, Mr. Israr wants all laws studied for their "repugnance" to Islam. For example, he wants interest purged from the banking system, and he doesn't want women to vote anymore. "We want a . . . total revolution," he says. But aren't revolutions bloody? Mr. Israr replies, "There must be bloodshed in revolutions."

قارئین متوجہ ہوں!

- ماہنامہ میثاق کا سالانہ زرِ تعاون اندرونِ ملک -/۲۰ روپے ہے جبکہ دوسرے ممالک کے لئے زرِ تعاون حسب ذیل ہے:

کینیڈا -/۱۵۰ روپے یا ۱۵ کینیڈین ڈالر

امریکہ، افریقہ، مغربی جرمنی، نائیجیریا -/۱۵۰ روپے یا ۱۲ امریکن ڈالر

انگلینڈ، ناروے، متحدہ عرب امارات -/۱۰۰ روپے

سعودی عرب، ابوظہبی، مصر، ایران -/۶۰ روپے

انڈیا -/۸۰ روپے

- پاکستان کے دیگر شہر جہاں تنظیم کی ذیلی شاخیں قائم ہیں وہاں میثاق درج ذیل پتوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

★ پشاور : دفتر تنظیم اسلامی۔ نثار بلڈنگ پل پختہ نزد چوک یادگار، پشاور

★ ملتان : عبدالغنی صاحب ملتان پولٹری کارز۔ بالمقابل فاطمہ جناح ہسپتال ملتان۔ فون ۷۵۸۹۱

★ کوئٹہ : دفتر تنظیم اسلامی جناح روڈ کوئٹہ اور قاری افتخار احمد صاحب خطیب مسجد طوبیٰ مسجد روڈ کوئٹہ۔ فون ۷۲۹۹۰

★ کراچی : داؤد منزل۔ نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون ۲۱۴۷۰۹

★ راولپنڈی : فزی لینڈ اسکول ۱-۵-۱۴۔ راولپنڈی سٹلائٹ ٹاؤن فون ۳۶۳۷۴

★ گوجرانوالہ : جناب پاشا ہارون برکی، بی-۸۱ ۵ سٹلائیٹ ٹاؤن

★ سیالکوٹ : جناب محمد منیر اقبال۔ معرفت وحید کلینک چوک کوٹلی بہرام فون ۳۲۲۴

★ وہاڑی : ڈاکٹر منظور حسین منظور محمدی ہسپتال -X-۱۷ بیبلیز کالونی

بل الرحمٰن

"اِک دیا اور بجھا....."

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ

پروفیسر یُوسف سلیم چشتی کے نام کے ساتھ مرحوم و مغفور کے الفاظ لکھنے پر طبیعت تاحال آمادہ نہیں ہے ـــــ تاہم واقعہ کا انکار ممکن نہیں ! ۔ تحریکِ پاکستان کا یہ پُرجوش کارکن اور شعلہ بیان خطیب، بانیٔ پاکستان کا قریبی رفیق اور ان کے اور مسلمان والیان ریاست کے مابین خصوصی رابطے کا ذریعہ، علامہ اقبال مرحوم کی خدمت میں مسلسل چودہ برس (از ۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۸ء) روزانہ پابندی کے ساتھ مودبانہ حاضری دینے والا طالب علم جس نے اُن کی تمام کتابوں کی ایسی واضح اور عام فہم شرح لکھ دی جس سے اقبال کے افکارِ عالیہ تک متوسط صلاحیت کے لوگوں کی رسائی بھی ممکن ہو گئی، تاریخ اور فلسفۂ تاریخ، مذہب اور فلسفۂ مذہب، فلسفہ اور تاریخ فلسفہ اور ادیان عالم اور ان کے تقابلی مطالعے کے ضمن میں معلومات کا بحرِ ذخار اور گنجِ گرانمایہ، صاحبِ طرزِ انشاء پرداز اور فنِ خطابت میں ولولہ انگیزی اور رقت آمیزی کو بیک وقت سمونے کی صلاحیت رکھنے والا مقرر، ـــــ بالآخر قضائے خداوندی سے خود تو ۳ فروری ۱۹۸۴ء کو راہیٔ ملکِ بقا ہو گیا اور اُس کا جسدِ خاکی ۴ فروری کو سپردِ خاک کر دیا گیا ۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

تنظیم اسلامی کے داعی و امیر اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر موسّس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے موصوف کا ۱۹۶۶ء سے تادمِ آخر نہایت مشفقانہ تعلق قائم رہا ۔ اِدھر کچھ عرصہ سے تو انہوں نے لکھنا ترک کر دیا تھا جبتک ان کا قلم چلتا رہا 'میثاق' کے ساتھ تعلق قائم رہا اور ان کے رشحاتِ قلم قارئین کی ضیافتِ طبع اور استفادہ علمی کا ذریعہ بنتے رہے ۔ انجمن

کے تحت منعقد ہونے والی 'قرآن کانفرنسوں' کی ایک نشست کے 'مقررِ اعلیٰ' ہمیشہ وہی ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بارہا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے مرحوم سے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ پایا۔

اللہ تعالیٰ اُن کی خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اللّٰھم اغفر لہٗ وارحمہٗ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہٗ حساباً یسیراً۔ آمین یارب العالمین۔

آخری عمر میں موصوف پر فقر اور درویشی کا غلبہ ہو گیا تھا۔ غالباً یہ اُسی کا مظہر ہے کہ شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ علاؤ الدین نقشبندی مدظلہٗ اپنی علالتِ طبع کے باوجود ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچ گئے اور ان ہی کی امامت میں لوگوں نے نمازِ جنازہ ادا کی ۔۔۔ البتہ نمازِ جنازہ میں شرکا کی حاضری حضرت اکبر الٰہ آبادی کے اس شعر کی 'تصویر' تھی جسے مرحوم اپنے بارے میں اکثر پڑھا کرتے تھے ۔۔۔ یعنی

شرک چھوڑا تو سب نے چھوڑ دیا
میری کوئی سوسائٹی ہی نہیں

عجیب معاملہ ہوا کہ حکومت پنجاب کے ایک نہایت نیک سیرت اور فرشتہ خصلت افسر شیخ احمد طارق صاحب (چیف انجینئر، محکمہ انہار) بھی چشتی صاحب کے انتقال کے چند ہی روز قبل بظاہر ایک 'معالجاتی حادثے'، لیکن بباطن قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے۔ گزشتہ چند سالوں سے احمد طارق صاحب کا نہایت قریبی نیازمندانہ بلکہ عقیدتمندانہ تعلق چشتی صاحب کے ساتھ تھا اور تقاریر وغیرہ کے ضمن میں چشتی صاحب کو لانے لے جانے کی ذمہ داری ان ہی کے کندھوں پر تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیخ صاحب موصوف نے ملکِ بقا کی جانب اپنے ممدوح اور مخدوم سے پیشقدمی اس لئے کی کہ وہاں ان کا استقبال کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو بھی اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور حدیث نبوی ؐ "المرأُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" کے مصداق عالمِ برزخ میں بھی انہیں چشتی صاحب کی معیت عطا فرمائے۔ آمین۔

بھارت سے ایک خط

مکتوب گرامی مولانا افتخار احمد فریدی از مرادآباد ہند

حضرت محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دام مجدہم السلام علیکم۔ مزاج گرامی!
بھائی عبدالکریم پاریکھ صاحب کے خط سے یہ خوشخبری معلوم ہوئی کہ وہ لاہور قرآن کانفرنس میں تشریف لے گئے تھے اور آپ سے خوب ملاقات رہی خدا مجھے بھی نصیب فرمائے 'میثاق' اور 'حکمتِ قرآن' سے آپکی مساعیِ حسنہ کا حال معلوم ہوکر آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں بعض ڈاک والوں کی مہربانی سے نہیں ملتے جن کا تعلق رہتا ہے جنوری والا میثاق ماشاءاللہ بڑا جاندار ہے جزاکم اللہ۔ مگر اس میں قرآن کانفرنس کا کوئی حال نہیں معلوم ہوسکا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب دام مجدہم کو آئندہ سالانہ کانفرنس میں شرکت کیلئے ابھی سے خط وکتابت کرائیں۔ بھائی پاریکھ حضرت مولانا کے بہت ہی تعلق والے ہیں ان کو بھی ذریعہ بنائیں۔ خدا کرے ان کی شرکت اس سال ہوجائے ابھی تو وہ جنوبی ہند کے اسفار میں ہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے پاریکھ صاحب کو بھی قرآن پاک کی خدمت وسعادت وہی طور سے عطا فرمائی ہے جی چاہتا ہے اس دور کے قرآنی خدمت گذاروں کا جوڑ آپ کے ساتھ قائم ہوجائے۔

حضرت شیخ الہندؒ پر اس میثاق میں خوب تفصیل سے کچھ باتیں آگئی ہیں جزاکم اللہ جی چاہا کہ اس سلسلہ کی کچھ باتیں بندہ بھی عرض کردے حضرت کے مجدد ہونے کی بات تو آپ کی ہی زبانِ مبارک سے سنی تھی اس پر غور کیا تو واقعی یہ ساری بہار ان کی ہی لگائی ہوئی ہے مولانا محمد الیاس صاحبؒ شیخ التبلیغ بھی بچپن سے ہی قیام گنگوہ سے ہی تعلق رکھتے تھے ڈاکٹر انصاری صاحبؒ کی کوٹھی پر وفات کے وقت بھی مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ ہی تھے۔ حکیم اجمل خان صاحبؒ ڈاکٹر انصاریؒ حکیم نابینا صاحبؒ مولانا ابوالکلام آزادؒ مولانا

محمد علی جوہرؒ صاحبزادہ آفتاب خاں صاحبؒ حاجی ترنگ زئیؒ پر بھی حضرت شیخ الہندؒ کا خوب اثر پڑا تھا۔ یہ سب حضرت کے فدائی تھے سنہ ۱۹۱۰ء میں دیوبند کا جلسہ ہوا جس میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب شریک ہوئے اس وقت یہ بات طے ہوئی تھی کہ دیوبند کے کچھ ہونہار جدید تعلیم کے لئے علی گڑھ جایا کریں گے اور اس طرح علی گڑھ کے کچھ دیوبند کی تعلیم کے لئے آیا کریں گے۔ مالٹے سے واپسی پر ہڈیوں کے گھلنے والے انسان نے علی گڑھ یونیورسٹی کی جامع مسجد کے ایک ستون سے کمر لگا کر یہ ارشاد فرمایا کہ مدرسوں، خانقاہوں سے زیادہ تم سے اُمید لگاتا ہوں جس طرح حق تعالےٰ نے تاتاریوں کو ہدایت نصیب فرمائی تھی کیا عجب ہے انگریزوں کو بھی اس دور میں یہ شرف مل جائے اگر یہ ہوتا ہے تو یہی طبقہ اس کام کے لئے کارآمد ہوگا۔ حضرت شیخ الہند کی ایک ہی یادگار انسان آپ کے خطہ میں پایا جاتا ہے مولانا عزیز گل صاحب دام مجدھم، خدا کرے حیات ہوں، خطۂ سرحد میں اُن سے بھی ایک دفعہ ضرور ملاقات فرمائیں۔ اگر ان تک پہنچنے کے لئے ضرورت رہبری کی ہو تو قاری سعید الرحمٰن صاحب پنڈی والے یا مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے کسی کو لے لیا جائے۔

آپ کو حق تعالےٰ شانہٗ نے قرآن پاک کی خدمت کے لئے قبول فرمایا ہے اس لئے عرض کر رہا ہوں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ میری زندگی بھر کا تجربہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کا قُرب جتنا میں نے تہجد کے وقت قرآن پاک کی تلاوت میں پایا اور کسی چیز میں نہیں پایا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اُس وقت دیکھ کر پڑھا جائے اور معنیٰ و مطلب کا دھیان نہ کرے صرف یہ کہ اللہ کے کلام کی تلاوت کر رہا ہوں۔ والسلام۔

محتاج دُعا

خادم افتخار فریدی

رفتارِ کار

چمنستانِ کراچی میں فصلِ بہار

امیرِ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۹۸۲ء میں اختتامی دورۂ کراچی کو ایک عنوان کے تحت پیش کیا جائے تو زیادہ مناسب لگتا ہے۔ یعنی وہ عنوان ہے "چمنستانِ کراچی میں فصلِ بہار" اس طرح ماہ مبارک سے جس میں کہ یہ دورہ ہُوا ایک لفظی مناسبت کے ساتھ ساتھ معنوی مناسبت بھی ہو جاتی ہے۔ چونکہ عربی لغت میں موسمِ بہار کو "ربیع" کہتے ہیں اس طرح ربیع الاوّل کو اگر روحانی فصلِ بہار سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ربیع الاوّل یعنی روحانی بہار کی آمد کے ساتھ ہی عالمِ اسلام میں خصوصاً اور پوری دنیا میں عموماً سرورِ عالم رسولِ کامل صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مطہرہ کے ذکر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بدون ریب و شک جمیع انسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ کامل آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپؐ کی ذاتِ بابرکات ہی نے انسانوں کو ان کے مقصدِ حیات سے آگاہ کیا۔ اور آپؐ ہی ہیں جن کے نقشِ پا پر چل کر سعادت و فلاحِ دارین حاصل کی جا سکتی ہے۔ آپؐ کی محبت وجہِ نجات، آپؐ کی اطاعت وسیلۂ فلاح و فوزِ دارین اور آپؐ کے نقشِ پا کا اتباع ظفر مندی، کامیابی و کامرانی اور شوکت و حشمت کا زینہ ہے۔ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو زبانی طور پر ان حقیقتوں کا اعتراف نہ کرتا ہو۔ اس حقیقت سے سب آگاہ ہیں، مانتے اور جانتے ہیں۔ اپنی مجالس، مذاکرات، تحریروں اور تقاریر میں بیان بھی کرتے ہیں۔ یہ شب و روز کی سیرت کی محافل، میلاد کے جلسے و جلوس اور ذکرِ رسولؐ کی مجالس اس حقیقت کی آئینہ دار ہیں کہ مسلمانوں نے کبھی بھی ذکرِ رسولؐ میں کمی نہیں آنے دی اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس ذکرِ رسولؐ کو محض زبان تک محدود نہ رکھیں بلکہ اسے اپنی شخصیت میں جذب کریں اور ہمیں حقیقی محبت اور والہانہ محبت کے ساتھ ساتھ رسولِ کاملؐ کی اطاعت و اتباع بھی نصیب فرمائے۔ جو ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے لیکن ہمیں سوچنا ہوگا کہ کیا یہی کچھ کافی ہے کہ ہم جلسے کر لیں۔ جلوس نکال لیں جس کا کوئی ثبوت قرونِ خیر میں نہیں ملتا — دھواں دھار تقاریر کر لیں، فنِ خطابت کا مظاہرہ کر لیں اور لوگوں سے داد حاصل کر لیں۔ گلیوں، بازاروں اور عمارتوں کو جھنڈیوں اور قمقموں سے سجایا جاتا رہے۔ زرِ کثیر صرف کر کے آرائش اور جلوس کا اہتمام کیا جاتا رہے۔ یہ سب آخر کس لئے؟ کیا رسولِ کاملؐ کی اس عالم میں تشریف آوری کا مقصد وحید بس یہی کچھ تھا! کیا آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر امت کے کاندھوں پر جو ذمہ داری ڈالی وہ یہی تھی کہ وہ محض زبانی کلامی حد تک خراجِ عقیدت و محبت وہ بھی مبتدعانہ ادا کر کے بری الذمہ قرار پائے گی۔

۱۳ دسمبر ۱۹۸۲ء مطابق ۶ ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ کو پاکستان سُنّی کونسل کے زیرِ اہتمام خالقدینا ہال کراچی میں منعقد ہونے والی محافلِ سیرت میں بعد نمازِ مغرب امیرِ محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے انقلابِ محمدیؐ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام کے مراحل پر اپنا پہلا خطاب فرمایا۔ خطاب کا یہ سلسلہ ۱۳ دسمبر سے ۱۷ دسمبر یعنی پانچ ایام پر محیط تھا۔ ان ایّام میں امیرِ محترم نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی جد و جہد کے چھ مراحل شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمائے۔ ان مراحل کو اس انداز سے بیان فرمایا کہ اس سے ہر شخص کے قلب پر جس کو اب تک نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم

ہے زبانی محبت بھی' عملی محبت کے اثرات ضرور مترتب ہوئے ہوں گے۔ (قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ان خطابات کو ٹیپ میں محفوظ کر لیا گیا ہے جو تنظیم اسلامی کراچی کے دفتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

سیرتِ طیبہ کے حوالے سے امیرِ محترم نے پانچ ایام میں جو کچھ فرمایا اس کا ماحصل یہ ہے کہ سیرتِ مطہرہ کو سمجھنے کے لئے رسولِ کامل ؐ کی انقلابی جدوجہد کو ہر مسلمان اپنے سامنے رکھے تو سب سے بڑی سنت جو حضورؐ کی ہمارے سامنے آئے گی وہ اللہ کے دین کا غلبہ ہے اور یہی نبی کامل ؐ کی بعثت کا نقطۂ عروج ہے جس کو قرآن میں تین مقامات پر بغیر کسی تغیر کے بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ دنیا میں اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے تشریف لائے "اللہ کی ذات وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو "الھدٰی" اور "دینِ حق" (مکمل نظامِ زندگی) دیکر بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام دنیا کے تمام باطل نظام ہائے اطاعت پر غالب کر دے۔"

رسولِ کامل ؐ نے اپنی ۲۳ سالہ مختصر حیاتِ طیبہ میں غلبۂ دین' اقامتِ دین فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تمکین دین کے لئے مسلسل جہاد فرمایا۔ اور آپؐ کی تیار کردہ صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کا وظیفۂ زندگی بھی اقامتِ دین رہا۔ انہوں نے دین حق کو غالب کرنے کے لئے رسولِ کامل ؐ کا دست و بازو بن کر جدوجہد کی۔ اس راہ میں دکھ جھیلے' سختیاں سہیں' ماریں برداشت کیں۔ اور اس راستے میں آنے والی مخالفتوں کے کانٹے اپنی پلکوں سے چُنے۔ منکرین کے بچھائے ہوئے ان کانٹوں کو اپنے مقدس لہو کے قطروں سے سیراب کیا اور اللہ کی زمین پر اس کے دینِ حق کے پرچم کو بلند کر دیا "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" اور "وکلمۃ اللہ ھی العلیا" کی فضا قائم کر دی۔ فصلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ ہیں وہ احساسات وجذبات جو رسولِ کامل ؐ سے عملی تعلق استوار کرنے کے لئے امیرِ محترم کے سیرت کے خطابات کے بعد راقم الحروف کی طرح ہزاروں فرزندانِ توحید کے قلوب میں جاگزیں ہوئے۔ اس کے بعد یہ بات بغیر کسی جھجک کے کہی جا سکتی ہے کہ جس عظیم المرتبت ہستی نے اپنی امت کے سامنے عملی نمونہ اور اسوۂ حسنہ پیش فرمایا ہو اس کی بارگاہ عالی میں گفتار کے چند رسمی مظاہرے خراجِ عقیدت اور محبت نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ نبی رحمتؐ سے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم عملی مسلمان بنیں اور اپنے تن من دھن کو ہادیٔ عالمؐ کے مشن کی تکمیل کے لئے لگا دیں۔

علاوہ ازیں امیرِ محترم نے تین دن سورۂ شوریٰ کے کچھ منتخب مقامات کا درس بھی دیا۔ ۱۳ دسمبر سے ۱۵ دسمبر تک دروس کا یہ سلسلہ بعد نماز عشاء مسجد جامع الصفا عقب الاعظم اسکوائر میں جاری رہا۔

۱۶ دسمبر کو دہلی مرکنٹائل سوسائٹی میں امیرِ محترم نے اجتماعِ جمعہ سے خطاب فرمایا اور ازاں بعد اپنے ایک رفیق اقبال صاحب اور ایک ڈاکٹر صاحب کا نکاح مسنون بھی پڑھایا۔

رفقاء تنظیم اسلامی کراچی کے لئے ایک تربیتی پروگرام بھی ہوا۔ یہ پروگرام ۱۷ دسمبر سے ۱۹ دسمبر تک صبح ساڑھے نو بجے سے نماز ظہر تک کے اوقات میں ہوتے رہے۔ دو دنوں میں امیرِ محترم نے "تنظیم اسلامی کی قرارداد تاسیس" "اللہ نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت" نامی کتابچوں کا مطالعہ کروایا۔ تیسرے دن سوالات وجوابات کی نشست ہوئی۔ واضح رہے کہ تربیتی پروگرام بھی مسجد جامع الصفا میں منعقد ہوئے۔

۲۰ دسمبر کو دفتر تنظیم اسلامی میں بعد نماز عشاء امیرِ محترم کے ساتھ خصوصی نشست کا انعقاد ہوا۔ سوال وجواب کے بعد اٹھارہ افراد نے فرمانِ نبویؐ " امرکم بخمس بالجماعۃ والسمع والطاعۃ والھجرۃ والجھاد فی سبیل اللہ " کی تعمیل میں امیرِ تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر سمع وطاعت کی بیعت کی۔ اسی نشست کے

ساتھ امیر محترم کی کراچی میں مصروفیات اختتام پذیر ہوئیں اور دفتر ہی سے موصوف لاہور مراجعت کے لئے تقریباً ۱۲ بجے شب ہوائی اڈے روانہ ہوئے۔

دو دن کے وقفے کے بعد ۲۲ر دسمبر کو پھر امیر محترم سابق رئیس بلدیہ حیدرآباد مولانا سید وصی مظہر ندوی صاحب کی دعوت پر لاہور سے حیدرآباد تشریف لے گئے اور مولانا موصوف کے مدرسہ جامعہ سلامیہ واقع ٹھنڈی سڑک حیدرآباد میں سیرت النبیؐ کے حوالے سے مفصل خطاب فرمایا۔ معاون خصوصی برائے نائب امیر صوبہ سندھ سید واحد علی رضوی صاحب بھی امیر محترم کی آمد پر حیدرآباد تشریف لے گئے۔ رضوی صاحب کے ساتھ عجیب حادثہ پیش آیا۔ حیدرآباد جانے کے لئے اپنی موٹر سائیکل پر نائب امیر جناب ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب کے گھر روانہ ہوئے تاکہ ان کی معیت میں حیدرآباد جائیں۔ اپنی رہائش گاہ واقع ڈیفنس سوسائٹی سے نکلنے کے بعد بمشکل تمام آدھا میل گئے ہوں گے کہ موٹر سائیکل سلپ (SLIP) ہوگئی اور آپ گر پڑے۔ نتیجۃً بازو میں چوٹ آگئی لیکن ایمان کی حرارت انہیں اپنے مشن سے باز نہ رکھ سکی اور وہ اسی حالت میں حیدرآباد پہنچ گئے۔ وہاں پر جا کر انہیں تکلیف کی شدت کا احساس ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن کراچی واپسی پر جب ایکسرے ایا گیا تو معلوم ہوا کہ بازو فریکچر ہے۔ جب انسان کو اپنے مقصدِ حیات سے اس قدر لگن ہو جائے تو واں واقعتاً ایسے فریکچر کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر احساس ہوتا تو بلال حبشی رضی اللہ عنہ اپنے سینے پر منوں کا پتھر تپتی دھوپ میں لیٹ کر برداشت نہ کرتے اور "احد احد" کی صدا ہرگز نہ لگاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقصدِ حیات سے ایسی لگن نصیب فرمائے۔

۲۳ر دسمبر کو امیر محترم دوبارہ شہر کراچی تشریف لائے۔ اور جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ واقع ڈیفنس سوسائٹی میں اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا اور ہزاروں فرزندانِ توحید نے آپ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز جمعہ کے بعد اسی مسجد میں سوالات و جوابات کی مجلس ہوئی۔ یہ علاقہ تعلیم یافتہ افراد کی آبادی ہے۔ جس میں فوج کے بڑے بڑے ریٹائرڈ آفیسرز رہائش پذیر ہیں۔ یہ محفل ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ ہر نوع کے سوال و جواب ہوئے۔۔۔ امیرِ محترم نے ہر سوال کا خندہ پیشانی سے تسلی بخش جواب دیا۔ اس مجلس میں تقریباً ڈیڑھ سو افراد شریک رہے۔ ہر ایک نے اس مجلس کی افادیت کا اعتراف کیا۔۔۔ مجلس کے اختتام پر امیرِ محترم قریب ہی کیپٹن کریم صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ بعدہٗ امیر محترم واحد علی رضوی صاحب کی عیادت کے لئے مع چند رفقاء ان کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ اسی موقعہ پر واحد علی رضوی صاحب کے برادر آصف علی رضوی نے بیعت کی۔ ان کی اہلیہ محترمہ اور ہمشیرہ محترمہ نے بھی امیرِ محترم کے ہاتھ پر بیعت مسنونہ کی۔ واضح رہے کہ خواتین کی بیعت از روئے قرآن و سنت ہے اور اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اختیار فرمایا تھا۔

حالیہ دورۂ کراچی کے موقع پر امیرِ محترم کا قیام جناب قاضی عبدالقادر صاحب کے ہاں تھا۔ قاضی صاحب شمالی ناظم آباد میں رہائش پذیر ہیں اور تنظیم اسلامی کے بیرون ممالک کے روابط کے سلسلے میں مصروفِ عمل ہیں۔ آپ نے گھر پر ہی دفتر بھی قائم کر رکھا ہے۔ رضوی صاحب کی عیادت کے بعد امیرِ محترم قاضی صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ جہاں پر مولانا عبدالغفار حسن صاحب کے صاحبزادے صہیب حسن صاحب سے ملاقات طے تھی۔ اتفاق سے مولانا موصوف بھی تشریف لے آئے۔ اس طرح امیرِ محترم کا مولانا موصوف کے ساتھ تبادلۂ خیال ہوا۔ اسی شب یعنی ۲۳ر دسمبر کو ہی امیر محترم امریکہ روانہ ہوگئے۔

امیر محترم دورۂ کراچی کے دوران رفقاء تنظیمِ اسلامی کراچی گزشتہ کی طرح سرگرم عمل رہے۔ پروگرام

حسبِ سابق شعبہ نشر و اشاعت کے تعاون سے عمدہ کاغذ اور بہترین ڈیزائن میں طبع کرائے گئے تھے اور شہر کے نمایاں مقامات پر چسپاں کرنے کے علاوہ انفرادی طور پر بھی لوگوں کو بذریعہ ڈاک بھیجے گئے تھے۔ حیدرآباد کے رفقاء نے بھی ان پروگراموں میں شرکت کی۔

خالقدینا ہال اور جامع الصفا میں مکتبہ بھی لگایا گیا۔ الغرض رفقاء نے بھرپور طور پر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

مرتب: ضمیر اختر خان، رفیق تنظیم اسلامی کراچی

کراچی کا مختصر دورہ !!

امیر محترم نے ۷ دسمبر سے ۱۹ دسمبر ۸۳ء تک کراچی میں قیام فرمایا تھا۔ اور ۱۹، ۲۰ دسمبر کی درمیانی رات کو شمالی امریکہ کے دعوتی دورے پر عازم سفر ہوئے تھے۔ جہاں سے ۱۹ جنوری ۸۴ء کو صبح مراجعت ہوئی تھی۔ ۱۹ تاریخ کو شام تک موصوف نے کراچی ہی میں آرام کیا۔ چونکہ قریباً بیس گھنٹے کے ہوائی سفر کے باعث کافی تکان ہو گئی تھی۔ اسی تاریخ کی شام کو امیر محترم لاہور تشریف لے گئے۔ سندھ میڈیکل کالج اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن نے امیر محترم سے ۲۲ جنوری ۸۴ کی تاریخ کالج میں سیرت النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر تقریر کا وعدہ امریکہ جانے سے قبل لے رکھا تھا۔ لہٰذا موصوف ۲۲ جنوری کو دو روز کے لئے کراچی تشریف لائے۔ اس روز کالج میں اس موضوع پر تقریر کی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے دعوت کے انقلابی جدوجہد کے پہلوؤں کو واضح کیا۔ اس اجتماع میں کالج کے طلبہ و طالبات کی کثیر تعداد بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوئی۔ چند پروفیسرز اور لیکچرار حضرات نے بھی شرکت کی۔ عام تاثر یہی تھا کہ تمام شرکاء نے اس نئے انداز و اسلوب سے سیرت کے بیان کو کافی پسند کیا۔ اکثر شرکاء کا خیال تھا کہ سیرت کا یہ پہلو نہایت وضاحت اور مربوط طریقہ پر پہلی بار سامنے آیا ہے —— !!

اسی شام عصر سے مغرب تک ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں محترم جناب کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالکریم صاحب کے مکان پر امیر محترم نے ایک خصوصی نجی اجتماع کو خطاب کیا۔ جس میں چیدہ چیدہ اعلیٰ تعلیمیافتہ حضرات شریک تھے۔ اس تقریر میں بھی امیر محترم نے انقلابی اور اصلاحی یا سیاسی جدوجہد کے فرق کو واضح کرتے ہوئے سیرت مطہرہ کے انقلابی پہلو کو بیان کیا —— بعد نماز مغرب سوال و جواب کی مجلس رہی۔ جو نماز عشاء تک جاری رہی۔

۲۳ جنوری ۸۴ء کا زیادہ تر وقت ملاقاتوں میں صرف ہوا۔ جن میں امیر محترم کی ڈاکٹر سید سلمان ندوی خلف الرشید مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب مدیر رسالہ ماہانہ "معارف" اعظم گڑھ یوپی (بھارت)، جناب زبیر صدیقی از مکہ مکرمہ اور بھائی یونس علی (رفیق تنظیم اسلامی حال مقیم اسکندریہ (مصر)) سے ملاقاتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر تین حضرات ان دنوں کراچی تشریف لائے تھے۔ ان ملاقاتوں میں مختلف دینی، ملی، ملکی، بین الاسلامی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔

۲۴ جنوری کو صبح امیر محترم لاہور تشریف لے گئے۔ اس طرح ان دو دنوں کا مختصر دورہ اختتام پذیر ہوا۔

مرتب: قیم تنظیم اسلامی کراچی ——

گوجرانوالہ

گوجرانوالہ کو پنجاب کا ہی نہیں بلکہ پاکستان کے ایک مشہور صنعتی شہر کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے خصوصاً بجلی کے پنکھوں، کپڑا بننے کے LOOM، چھپائی اور ڈھلائی کی مشینیں بنانے میں یہ شہر کافی مشہور ہے پہلوانوں کی وجہ سے بھی اس شہر کو شہرت حاصل رہی ہے امیر تنظیم اسلامی اس سے قبل خطابات جمعہ و درس قرآن و دیگر تقاریر کے لیے وہاں تشریف لے جاچکے ہیں لیکن غالباً پچھلے دو سال سے اس کا موقع نہیں ہوا تھا۔ گوجرانوالہ کی ایک معروف سماجی شخصیت جناب چودھری عبدالباری صاحب کا امیر محترم سے شدید اصرار تھا کہ وہ ایک جمعہ کا خطاب گوجرانوالہ کے سیٹلائٹ ٹاؤن کی جامع مسجد میں فرمائیں۔ موصوف نے چودھری صاحب کی یہ دعوت قبول کرلی تھی اور امریکہ تشریف لے جانے سے قبل ہی ۲۷ جنوری ۸۴ء کو وہاں جمعہ کو خطاب کرنے کا وعدہ فرمالیا تھا امیر محترم ۱۱ جنوری کو امریکہ سے واپس تشریف لائے تھے اور تقریباً سات جمعوں کی غیر حاضری کے بعد ۲۱ جنوری کو موصوف نے مسجد دارالسلام میں اجتماع جمعہ میں خطاب کیا تھا۔ اگلے جمعہ ۲۷ جنوری کا پھر ناغہ بھاری معلوم ہورہا تھا لیکن ایفاء وعدہ بھی پیش نظر تھا چنانچہ امیر محترم ۲۷ جنوری کو چند رفقاء کے ساتھ بذریعہ کار گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔

گوجرانوالہ سیٹلائٹ ٹاؤن کی جامع مسجد نہایت کشادہ اور وسیع و عریض ہے شاید یہ گوجرانوالہ شہر کی سب سے بڑی مسجد ہو۔ مسجد کے خطیب مولانا طلحہ قدوسی، مسجد کے امام جناب محمد عبداللہ صاحب نیز مسجد کی انتظامیہ اور شہر کے چند معززین نے مسجد کے صدر دروازے پر امیر محترم کا استقبال کیا۔ چودھری عبدالباری صاحب مسجد تک رہنمائی کرنے کے لیے مقررہ وقت پر اپنی گاڑی کے ساتھ پل پر موجود تھے۔ مولانا طلحہ صاحب نے امیر محترم اور دیگر حضرات کیلئے ناشتہ کا اہتمام مسجد سے ملحق اپنے مکان پر کر رکھا تھا۔ یہ گویا نُزل تھا جو مولانا موصوف نے بڑی ہی محبت کے ساتھ شرکاء میں پیش فرمایا۔ اس نشست میں امیر محترم اور ان کے درمیان مختلف دینی بزرگوں کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی۔

جامع مسجد میں خطاب کے لیے ساڑھے بارہ بجے کا وقت مقرر تھا چنانچہ وقت پر خطاب شروع ہوا۔ موضوع تھا "ہمارے ملکی، ملی اور دینی فرائض"۔ مسجد کا وسیع و عریض ہال اور تقریباً اتنا ہی بڑا صحن حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ شرکاء کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ ہوگی وہاں کے لوگوں کا کہنا تھا کہ عیدین پر اس مسجد میں جو حاضری ہوتی ہے اس جمعہ میں شرکاء کی تعداد اس سے بھی متجاوز تھی۔ گوجرانوالہ کے علاوہ بہت سے دیگر شہروں کے لوگ امیر محترم کا خطاب سننے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ سب سے خوش آئند بات یہ تھی کہ شہر کے تقریباً ہر مسلک سے متعلق حضرات کی کافی تعداد موجود تھی اور یہ اجتماع اتحادِ مسالک کا ایک بہترین منظر تھا۔

امیر محترم نے خطبہ مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کے بعد سورہ بلد کی آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ اور حدیث شریف اٰمرکم بخمس بالجماعۃ والسمع والطاعۃ ... سے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا اور تمہید کے طور پر

بتایا کہ اس دنیا میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے مشقت میں پیدا کیا ہے یہ مشقت انسان کا مقدر ہے کمیت وکیفیت میں تو فرق ہے لیکن انسان کو اس سے مفر نہیں ہے ہر انسان کو محنت ومشقت کرنی ہوتی ہے۔ کوئی جسمانی محنت کرتا ہے تو کوئی ذہنی سے چھٹکارا کسی کو بھی نہیں ہے اس دنیا میں انسان پر ذمہ داریوں کا بھاری بوجھ ہے جن میں تین ذمہ داریاں وہ ہیں جن کو پورا کرنے کے داعیات اس کی جبلت میں ودیعت کیے گئے ہیں ان کے تقاضے اندر سے ابھرتے ہیں جیسے بقائے ذات کے لیے معاشی جدوجہد بقائے نوع کے لیے شادی گھر گرہستی اور سر چھپانے کے لیے رین بسیرا۔

ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کسی وعظ ونصیحت اور تلقین کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تین ذمہ داریاں یہ ہیں جن کا تعلق اس کے شعور، ذہن اور فکر سے ہے ان کو پورا کرنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ اسے سمجھایا جائے۔ اس کے شعور، فکر اور ذہن کو بیدار کیا جائے ان ذمہ داریوں کا تعلق — اس کی قوم، وطن اور دین سے ہے۔ ہم پاکستانی خوش قسمتی سے وہ قوم تھے کہ ہماری قومیت اسلام ہمارا وطن اسلام — اس لیے کہ ہم نے پاکستان بنایا ہی تھا اس مقصد کے لیے کہ "پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ"۔ اور ہمارا دین تو اسلام ہے ہی۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں نے جان بوجھ کر یہاں "قوم تھے" استعمال کیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں ایک ہی ہیں اگر ہم دین کا کام کرتے یہاں فی الواقع اسلامی نظام کا نفاذ ہوتا تو ہمارا ملک، ہمارا وطن پاکستان بھی مستحکم ہوتا اور بحیثیت قوم وملت بھی ہم متحد اور باہم شیر وشکر ہوتے۔ یعنی دین کے کام سے پہلے دو تقاضے بھی باحسن وجوہ پورے ہوجاتے لیکن ہم نے اس سے اغماض برتا اور اعراض کیا اس کی ایک سزا تو اس صورت میں ہمیں مل چکی ہے کہ علاقائی ولسانی قومیتوں نے سر اٹھایا جس کے نتیجہ میں پاکستان دولخت ہوا اور مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوکر بنگلہ دیش بن گیا۔ اور اب موجودہ پاکستان میں پنجاب کو چھوڑ کر تین صوبوں میں علاقائی اور لسانی فتنے پروان چڑھ رہے ہیں جس میں سندھ کا معاملہ کافی تشویشناک ہے۔ اگر ہم نے زبانی کلامی نہیں بلکہ خلوص واخلاص کے ساتھ فی الواقع دین کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو ادا نہیں کیا تو پاکستان کا ایک باوقار، آزاد وخود مختار ملک کے مستقبل کا مخدوش ہونا اس کا منطقی نتیجہ ہوگا۔ امیر محترم نے مسلمانوں کی دینی ذمہ داریوں کو سادہ ترین انداز میں اس طرح پیش فرمایا ہے کہ جو شخص خود کو مسلمان کہتا ہے اس پر از روئے دین تین ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

پہلی یہ کہ جب وہ خود کو مسلمان کہتا ہے — تو فی الحقیقت وہ اللہ کا بندہ بنے اور اس کے احکام پر کاربند ہو۔

دوسری یہ کہ وہ اس دین کو دوسروں تک پہنچائے۔

تیسری یہ کہ وہ اس دین کو عملاً ایک نظام حیات کی حیثیت سے قائم کرنے کی جدوجہد کرے ان ذمہ داریوں کی ادائیگی سے اگر وہ غفلت برتے گا تو وہ دنیا میں بھی بحیثیت فرد، قوم ذلت سے دوچار ہوگا اور آخرت میں بھی خسران سے اُسے سابقہ پیش آئے گا۔
اس لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں زبانی کلامی خود کو مسلمان کہنا یا کہلوانا ہرگز کافی نہیں ہوگا چوں کہ وہ خود مسلمانوں میں پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ شرف اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اب اگر وہ اسپر عمل پیرا نہ ہوں تو دوہرے مجرم ہوں گے ایک نافرمانی کے دوسرے کفران نعمت کے ۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ دین کی طرف سے عائد کردہ جو ذمہ داریاں میں نے بیان کی ہیں ان کو ادا کرنے کیلئے تین ذمہ داریاں اور ہیں جو بطور لوازم عائد ہوتی ہیں۔ وہ ہیں تنظیم، تربیت اور جہاد۔ اس کے بعد امیر محترم نے ان تینوں امور کو اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا۔ بعدہ امیر محترم نے حدیث امرکم بخمس بالجماعۃ والسمع والطاعۃ والھجرۃ والجھاد فی سبیل اللہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں جماعتی زندگی کے بغیر زندگی بسر کرنا صحیح نہیں ہے۔ جماعت میں بھی وہ جو جس میں ایسا ڈسپلن ہو کہ فی المعروف امیر کے ہر حکم کی تعمیل ہو۔ سنو اور اطاعت کرو۔
جماعت کا مقصد ہو ہجرت وجہاد" پھر ہجرت کے وسیع ترین مفہوم کو بیان کرتے ہوئے امیر محترم نے فرمایا کہ ہجرت یہ ہے کہ ہر اس فعل اور چیز کو چھوڑ دیا جائے جو اللہ کو ناپسند ہو اس کی بلند ترین چوٹی یہ ہے کہ اگر ضرورت متقاضی ہو تو گھر بار اور وطن کو بھی چھوڑ دیا جائے اس کے بعد امیر محترم نے جہاد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی پہلی منزل اپنے نفس سے جہاد ہے ۔ کہ اس کو اللہ کی اطاعت کا خوگر بنایا جائے۔ دوسری منزل یہ ہے کہ معاشرے میں جو بھی باطل نظریات اور غلط افکار و اعمال پھیلے ہوئے ہیں ان کا مدلل ابطال کیا جائے اور اس کے لیے شمشیر قرآنی کو بطور آلہ استعمال کیا جائے۔

تیسری منزل یہ ہے کہ اللہ کے دین کو بالفعل قائم کرنے کی جدوجہد کی جائے اور اس کا نام ہے اقامت دین ۔ اس کی بلند ترین چوٹی قتال فی سبیل اللہ ہے امیر محترم نے فرمایا کہ ان کاموں کے لیے جو جماعت بنے اس کی تشکیل کا ایک ہی طریقہ کتاب وسنت اور تعامل سلف سے ملتا ہے اور وہ ہے بیعت کا طریقہ۔ اس مسئلہ پر بھی امیر محترم نے شرح وبسط کے کے ساتھ روشنی ڈالی آخر میں امیر محترم نے فرمایا کہ میں نے تنظیم اسلامی کے نام سے انہی مقاصد کے لیے ایک جماعت قائم کی ہے جس کو ایک انقلابی جماعت کا پیش خیمہ کہا جاسکتا ہے چوں کہ دین اگر کہیں آئے گا تو وہ انتخابی سیاست کے ذریعہ نہیں بلکہ انقلابی عمل کے ذریعے ہی آئے گا۔

خطاب کے بعد شرکاء نے امیر محترم کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد سوال وجواب کی مجلس ہوئی جو ڈیڑھ گھنٹہ سے بھی زائد وقت جاری رہی اس میں تقریباً چار سو حضرات شریک رہے امیر محترم نے ہر نوع کے سوالات کا خندہ پیشانی اور تحمل سے شافی اور تسلی بخش جواب دیا۔ بعدہ دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ ہمارے رفقاء نے مسجد کے صدر دروازے کے ساتھ مکتبہ بھی لگایا تھا الحمد للہ

کہ گوجرانوالہ کے عوام نے اس میں بھی بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ اور کثیر تعداد میں کتب اور کیسٹ خریدے جناب چودھری عبدالباری صاحب نے دوپہر کے کھانے کا اپنے مکان پر انتظام کر رکھا تھا چنانچہ امیر محترم ان کے ساتھ تشریف لے گئے کھانے سے فارغ ہو کر امیر محترم اور لاہور سے جانے والے رفقائے اس مسجد میں نماز عصر ادا کی بعدہ لاہور مراجعت ہوئی۔ فلله الحمد والمنة

(مرتب) رحمت اللہ بٹر

(نائب امیر تنظیم اسلامی برائے پنجاب)

امپورٹ - ایکسپورٹ کا قابلِ فخر ادارہ

رین بو انٹرنیشنل

برآمدی اشیاء

آرٹ سلک فیبرکس گارمنٹس ❖ بیڈ شیٹس
کاٹن کلاتھ ❖ کاٹن گارمنٹس ❖ احرام تولیہ ❖ تولیہ
ہینڈی کرافٹس ❖ لکڑی کا فرنیچر۔

درآمدی اشیاء

لاکھ دانہ ❖ سٹکر فلم ❖ سوچ سٹارٹر
ربڑ لیٹکس ❖ پولیسٹر ریان۔

مرکزی دفاتر

I فلور غلام رسول بلڈنگ ۶ شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور
ذیلی دفاتر:۔ کراچی ۔ فیصل آباد۔

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۱
۲۳۹۳۱

سیرتِ نبوی کے ضمن میں دو ۲ عظیم تحفے

ڈاکٹر اسرار احمد

صدر مؤسس، مرکزی انجمن خدّامُ القرآن لاہور و امیر تنظیمِ اسلامی
کے دروس و تقاریر کے دو ۲ مجموعے اعلیٰ دبیز کاغذ پر خوشنما طباعت کے ساتھ!

رسولِ کامل صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی پاکستان ٹی وی سے نشر شدہ ۱۲ تقاریر کا مجموعہ، اور

فرائضِ دینی اور اسوۂ رسول

سورۂ احزاب رکوع ۲، ۳ کی روشنی میں

تبلیغی مقاصد کے پیشِ نظر ۞ ہدیہ صرف چھ روپے فی کتاب ۞ محصول ڈاک علاوہ

مکتبہ مرکزی انجمن خدّامُ القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون — ۸۵۲۶۱۱

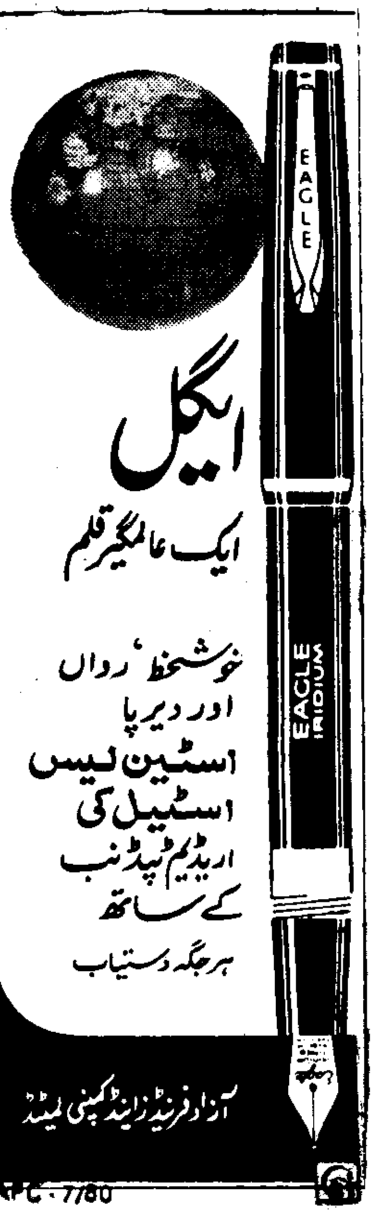

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
کی مطبوعات میں
ایک اہم اضافہ

★

سانحۂ کربلا

ڈاکٹر اسرار احمد
کی
ایک اہم تقریر جواب کتابی شکل میں
شائع کی گئی ہے

صفحات — ۴۸
قیمت: ۳ روپے صرف

ملنے کا پتہ
۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۸۵۲۶۱۱

ٹینٹ اور ترپال

بنانے کا ممتاز ادارہ

ایچ نظام دین اینڈ سنز

مرکزی دفتر

محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی

مطالعۂ فطرت اور ایمان

ایک صاحبِ خیر کی فکر انگیز تحریر

شائع شدہ 'حکمتِ قرآن' مارچ، اپریل ۸۳ء

ڈاکٹر اسرار احمد

کی نظر ثانی کے بعد کتابی صورت میں شائع ہو گئی ہے

اور مندرجہ ذیل پتوں سے ھدیۃً طلب کی جا سکتی ہے

۱۔ مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۴

۲۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۵۸۸ کراچی نمبر ۲

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

سورۃ الاسراء۔ الآیۃ ٨٢

عطیہ: حاجی محمد سلیم

حاجی شیخ نور الدین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

۳۰۱، لنڈا بازار، لاہور ۳۰۶۴۲۸ / ۳۰۵۴۶۹

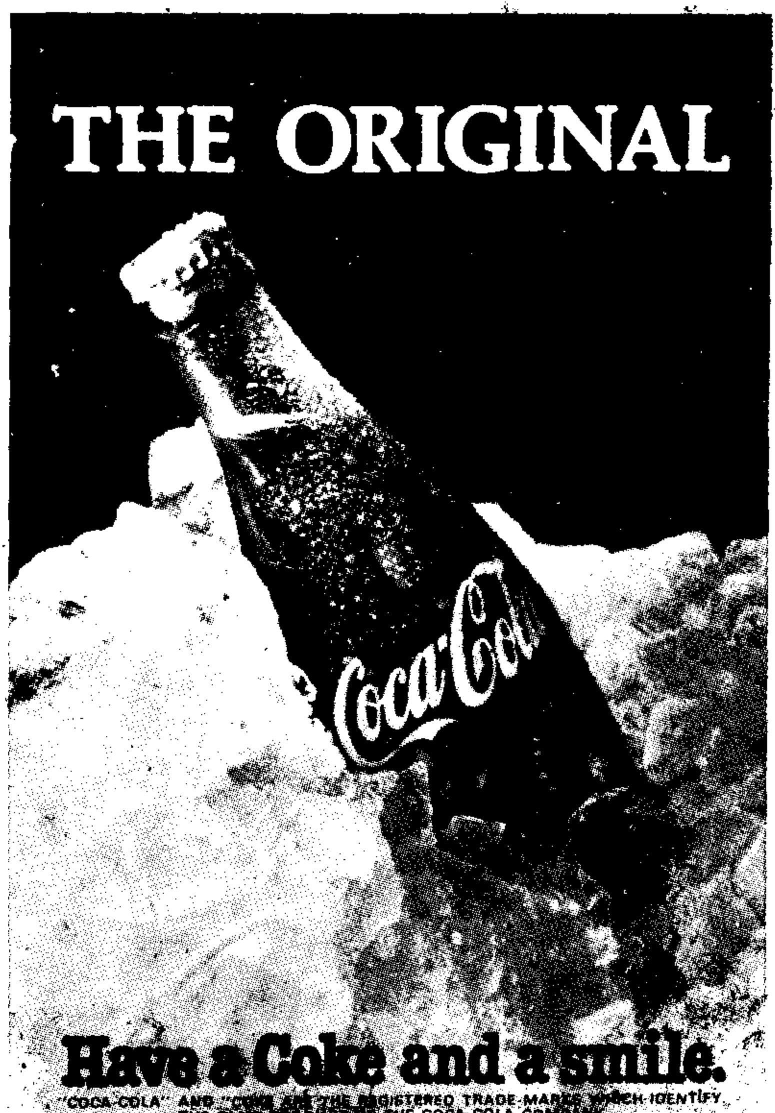
THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE" ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.

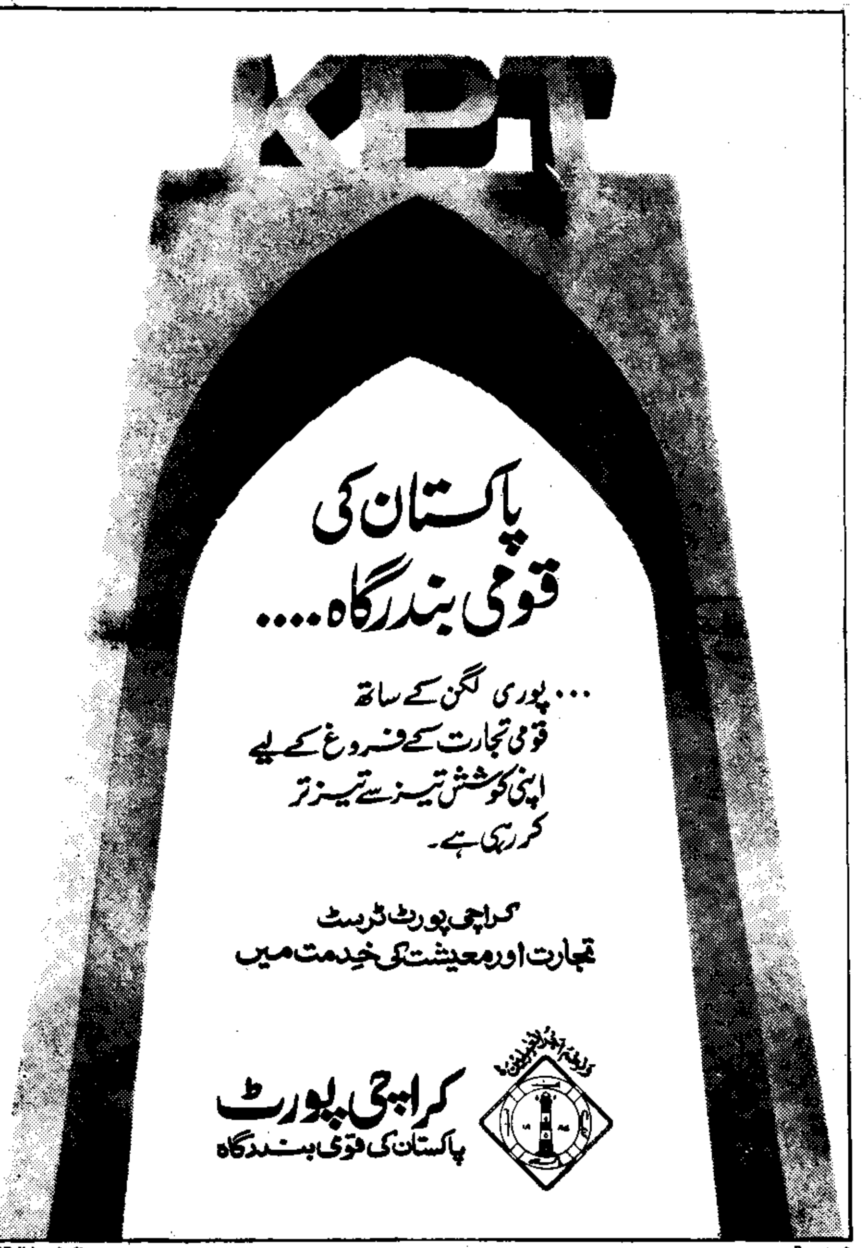
KPT
پاکستان کی
قومی بندرگاہ....
... پوری لگن کے ساتھ
قومی تجارت کے فروغ کے لیے
اپنی کوشش تیز سے تیز تر
کر رہی ہے۔
کراچی پورٹ ٹرسٹ
تجارت اور معیشت کی خدمت میں
کراچی پورٹ
پاکستان کی قومی بندرگاہ

Regd. L. No. 7360

MONTHLY **"MEESAQ"** LAHORE

Vol. 33 | MARCH 1984 | No. 3

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

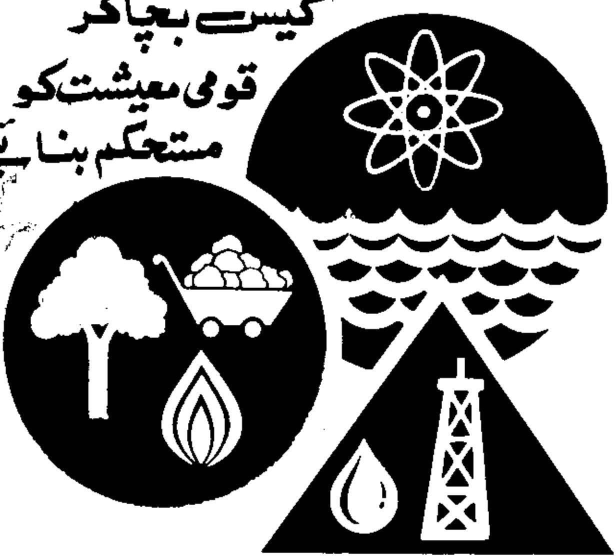

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے۔
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SNGPL 4/80

paragon